اے مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔ (القرآن)

رمضان کے احکام

تراویح کے فضائل و مسائل

روزے کے مسائل

زکوٰۃ کے مسائل و آداب اور شرائط

اعتکاف، لیلۃ القدر، صدقۃ الفطر

عید الفطر کے احکام

حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی

استاذ جامعہ فاروقیہ، امام و خطیب جامع مسجد رفاہِ عام، کراچی

مکتبہ فکر آخرت

رمضان کے احکام

حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی
استاذ جامعہ فاروقیہ، امام وخطیب جامع مسجد رفاہِ عام

نامِ وعظ	:	رمضان کے احکام
واعظ	:	حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی
تاریخِ طبع	:	شعبان/۱۴۳۳ھ بمطابق جولائی ۲۰۱۲ء
تعداد	:	۳۰۰۰
ناشر	:	مکتبۂ فکر آخرت

ملنے کا پتہ

مکتبۃ فکر آخرت

www.fikreakhirat.org

فہرست

رمضان المبارک کی تیاری اور اہتمام کے چند اعمال

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

قال النبی ﷺ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا اِلٰی رَمَضَانَ"

رمضان المبارک کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ اس مبارک مہینے کی تیاری نبی اکرم ﷺ شعبان ہی سے شروع کر دیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے، جس طرح تاجر اپنی تجارت کا سیزن آنے سے قبل ہی تیاری مکمل کر لیتا ہے اور پھر وقت آتے ہی بھرپور منافع کماتا ہے اور اپنی برادری میں یہ بات چلاتا ہے، ان کو تیاری کی دعوت دیتا ہے، پوچھتا ہے کہ بھائی وقت آگیا ہے کمانے کا، کیا آپ نے تیاری کر لی ہے؟ اور اگر کوئی تاجر سیزن آنے سے پہلے تیاری نہیں کر پاتا تو اس کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے، اسی طرح مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس میں اس کے تذکرے کریں کہ نیکیوں کا سیزن آرہا ہے، رحمتیں سمیٹنے کا وقت آرہا ہے، دل سے زنگ اتارنے کا مہینہ آرہا ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دل میں پیدا کرنے کا وقت آگیا، جنت کی خریداری کا وقت آرہا ہے، گھروں میں، دفاتر میں، بازاروں میں اپنی تمام مجالس میں ان باتوں کا تذکرہ کریں کہ بھائی رمضان کا مہینہ آگیا اپنی دنیاوی مصروفیات کو مختصر کریں، اور اللہ کی رحمت سمیٹنے کی کوشش کریں، جنت کے راستے آسان کر دیئے جائیں گے، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مجالس میں نماز کے تذکرے کرتے تھے، نماز کا پوچھتے تھے، گناہوں کو ترک کرنے کی ایک دوسرے کو دعوت دیا کرتے تھے۔

ہم بھی ایک دوسرے کو نیکی کی دعوت دیا کریں اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کیا کریں۔ آیئے رمضان کے آنے سے پہلے پہلے چند باتوں کا اہتمام کریں تاکہ اس کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہوں۔

اہتمام رمضان

(۱) دعا: رمضان کی برکات اور رحمتوں کے حصول کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں، اس لیے کہ جب تک اللہ کی توفیق شاملِ حال نہ ہوگی اس وقت تک اس ماہ کی برکات اور رحمتوں کو بندہ نہیں حاصل کرسکتا۔

(۲) حقوق واجبہ ادا کریں: چھوٹی ہوئی نمازوں کی ادائیگی شروع کریں، زکوٰۃ کی ادائیگی کی فکر کریں، سجدہ تلاوت اگر ذمے باقی ہو تو ادا کریں، مانی ہوئی نذریں پوری کرنے کا اہتمام کریں یا ان کے کفارے ادا کریں۔

(۳) حقوق العباد کی ادائیگی کریں: مثلاً لین دین وغیرہ یا ناحق کسی کا دل دکھایا ہو اس سے معافی مانگیں اس لئے کہ حقوق العباد کو ادا نہ کرنا اس ماہ کی برکت حاصل کرنے کے لئے رکاوٹ ہے۔

(۴) دل سے اپنے گناہوں پر ندامت اختیار کریں اور توبہ کریں: تاکہ رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے مالامال ہوں اور رمضان شروع ہوتے ہی دل منور ہوتے چلے جائیں، اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمدِ رمضان پر رسول اکرم ﷺ کا ایک خطبہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمّا بَعْدُ عَنْ سَلْمَان رضی اللہ عنہ قَال: "قال النبی ﷺ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنَ الشَّعْبَانَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَّلَکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ"، (۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے (شبِ قدر) جو ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزوں کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے، جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے، ایسا ہے کہ جیسا غیر رمضان میں فرض کو ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے، اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کیلئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا، اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ہوگا اور اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک کھجور سے کوئی افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے یا ایک گھونٹ لسّی پلا دے اس پر بھی رحمت فرما دیتے ہیں۔

---

(۱) شعب الایمان للبیہقی۔

یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصّہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصّہ مغفرت ہے اور آخری حصّہ آگ سے آزادی کا ہے، جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کردے اپنے غلام (خادم) کے بوجھ کو، حق تعالیٰ شانہٗ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ چار چیزوں کی اس مہینے میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیّبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنّت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنّت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔ [۱]

پہلا فائدہ

اس خطبہ میں ماہ رمضان کی سب سے بڑی اور پہلی عظمت وفضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جو ہزار دنوں اور راتوں سے نہیں بلکہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ایک ہزار مہینوں میں تقریباً تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں۔ لیلۃ القدر کے ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے اور اس کے قرب ورضا کے طالب بندے اس ایک رات میں قربِ الٰہی کی اتنی مسافت طے کرسکتے ہیں جو دوسری ہزاروں راتوں میں طے نہیں ہوسکتی۔

دوسرا فائدہ

اس خطبہ میں رمضان کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ صبر اور غم خواری کا مہینہ ہے۔

---

(۱) بیہقی۔

دینی زبان میں صبر کے اصل معنی یہ ہیں اللہ کی رضا کی کے لئے اپنے نفس کی خواہشوں کو دبانا اور تلخیوں اور ناگواریوں کو جھیلنا۔ظاہر ہے کہ روزہ کا اول و آخر یہی ہے،اسی طرح روزہ رکھ کر ہر روزہ دار کو یہ تجربہ ہوتا ہے کہ فاقہ کیسی تکلیف کی چیز ہے،اس سے اس کے اندر ان غرباء اور مساکین کی ہمدردی اور غمخواری کا جذبہ پیدا ہونا چاہئے جو بچارے ناداری کی وجہ سے فاقوں پر فاقے کرتے ہیں،اس لئے رمضان کا مہینہ بلاشبہ صبر اور رغمخواری کا مہینہ ہے۔

تیسرا فائدہ

یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس بابرکت مہینہ میں اہلِ ایمان کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے،اس کا تجربہ تو بلا استثناء ہر صاحبِ ایمان روزہ دار کو ہوتا ہے کہ رمضان مبارک میں جتنا اچھا اور جتنی فراغت سے کھانے پینے کو ملتا ہے باقی گیارہ مہینوں میں اتنا نصیب نہیں ہوتا،خواہ اس عالم اسباب میں وہ کسی بھی راستے سے آئے،سب اللہ کے حکم اور فیصلے سے آتا ہے۔

چوتھا فائدہ

یہ جو فرمایا کہ پہلا عشرہ رحمت،دوسرا عشرہ مغفرت اور تیسرا عشرہ دوزخ سے خلاصی کا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کی برکتوں سے مستفید ہونے والے بندے تین طرح کے ہو سکتے ہیں۔

پہلی قسم

ایک وہ لوگ جو نیک اور تقویٰ دار ہیں جو ہمیشہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام رکھتے ہیں اور جب کبھی ان سے کوئی خطا اور لغزش ہو جاتی ہے،تو اسی وقت توبہ واستغفار سے اس کی صفائی و

تلافی کر لیتے ہیں تو ان بندوں پر تو شروع مہینہ ہی سے بلکہ اس کی پہلی ہی رات سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔

دوسری قسم

دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو ایسے متقی اور پرہیزگار تو نہیں ہیں لیکن اس لحاظ سے بالکل گئے گزرے بھی نہیں ہیں تو ایسے لوگ جب رمضان کے ابتدائی حصے میں روزوں اور دوسرے اعمالِ خیر اور توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے حال کو بہتر اور اپنے کو رحمت ومغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں تو درمیانی حصے میں ان کی بھی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے۔

تیسری قسم

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں اور ان کا حال بڑا ابرار ہا ہے اور اپنی بداعمالیوں سے وہ گویا دوزخ کے پورے پورے مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان کے پہلے اور درمیانی حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھ کے اور توبہ واستغفار کر کے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو اخیر عشرہ میں (جو دریائے رحمت کے جوش کا عشرہ ہے) اللہ تعالیٰ دوزخ سے ان کی بھی نجات اور رہائی کا فیصلہ فرما دیتا ہے۔ اس تشریح کی بناء پر رمضان مبارک کی ابتدائی حصے کی رحمت، درمیانی حصے کی مغفرت اور آخری حصے میں جہنم سے آزادی کا تعلق بالترتیب امت مسلمہ کے ان مذکورہ بالا تین طبقوں سے ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (۱)

---

(۱) معارف الحدیث۔

روزے کا مقصد حصولِ تقویٰ ہے

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰـٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُـوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱)

اے اہل ایمان تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح سے

تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بہت پیارے اور محبت بھرے لہجے سے مخاطب فرمایا، اس محبت بھرے انداز میں وہ تاثیر ہے جو روزے کی مشقت کا احساس نہیں ہونے دیتی۔ اس خطاب کے بعد فرمایا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَام کہ تمہارے اوپر روزے فرض کیے گئے، ساتھ ساتھ یہ بھی اعلان فرمایا کہ یہ روزے تم سے پہلے بھی امتوں پر فرض رہے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، تم اس مشقت میں اکیلے نہیں ہو بلکہ اور لوگ بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں، یہ اس لئے بتایا کہ انسان کا مزاج ہے جب مشقت عام ہو جائے تو ہلکی محسوس ہوتی ہے۔ (۲) باقی یہ فرمان کہ گذشتہ امتوں کی طرح تمہارے اوپر فرض کیئے گئے، یہ تشبیہ صرف وجوب کے حکم میں ہے مقدار صوم میں نہیں، اس لئے کہ گذشتہ امتوں کے روزوں کی تعداد یہ نہ تھی۔

چند دن کے روزے ہیں

پھر اَيَّـامًا مَّعْدُوْدَات کہہ کر اشارہ فرمایا کہ چند دن ہی کی تو بات ہے مشقت برداشت

---

(۱) سورۃ البقرۃ ۱۸۳۔

(۲) روح المعانی

کرلو، روزے تو چند دن کے ہیں لیکن اجر چند دن کا نہیں ہے بلکہ نہ ختم ہونے والا اجر ہے اور وہ اجر اللہ کی رضا ہے۔ سب اعمال کا اجر فرشتے بانٹیں گے، روزہ وہ مبارک عمل ہے جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کا فرمان ہے:

"الصَّوْمُ لِی وَ اَنَا اُجْزَی بِهٖ" (۱)

روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔

روزے سے نفس مغلوب ہوتا ہے

روزے رکھنے سے نفس کے تقاضوں پر زَد پڑتی ہے اور قوتِ شہوانیہ میں ضعف آتا ہے، تقوی حاصل ہوتا ہے اور تقوی صغیرہ و کبیرہ ظاہرہ اور باطنہ گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔ آیت کریمہ میں بتایا کہ روزہ کی فرضیت تقویٰ حاصل کرنے کے لئے ہے۔ بات یہ ہے کہ نفسانی خواہشات انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں جن سے نفس کا ابھار معاصی کی طرف ہوتا رہتا ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس سے نفس کا ابھار کم ہو جاتا ہے اور شہوات ولذات کی اُمنگ گھٹ جاتی ہے۔ پورے رمضان کے روزے رکھنا ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے ایک مہینہ دن میں کھانے پینے اور جنسی تعلقات کے مقتضی پر عمل کرنے سے اگر باز رہے تو باطن کے اندر ایک نکھار اور نفس کے اندر سدھار پیدا ہو جاتا ہے، اگر کوئی شخص روزے کے ان احکام وآداب کو روشنی میں رکھ لے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں تو واقعۃً نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ جو گناہ انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں ان میں سب سے زیادہ دو چیزیں گناہ کا باعث بنتی ہیں، ایک زبان، دوسری شرمگاہ۔

دوزخ کے بڑے اسباب

حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

(۱) صحیح بخاری وصحیح مسلم۔

دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کون سی چیز دوزخ میں داخل کرنے کا ذریعہ بنے گی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا الفم والفرج ، یعنی منہ اور شرمگاہ (ان دونوں کو داخل کرانے میں زیادہ دخل ہے)۔ روزہ میں منہ اور شرمگاہ دونوں پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ حدیث میں فرمایا کہ الصیام جنة یعنی روزہ ڈھال ہے (گناہ سے اور آتش دوزخ سے بچاتا ہے)۔ [1]

روزہ کب ڈھال بنتا ہے؟

اگر روزے کو پورے اہتمام اور احکام و آداب کی مکمل رعایت کے ساتھ پورا کیا جائے تو بلاشبہ گناہوں سے محفوظ رہنا آسان ہو جاتا ہے، خاص کر روزے کے وقت بھی اور اس کے بعد بھی۔ اگر کسی نے روزے کے آداب کا خیال نہ کیا، روزہ کی نیت کر لی کھانے پینے اور خواہش نفسانی سے باز رہا مگر حرام کمائے اور غیبت کرنے میں لگا رہا تو اس سے فرض تو ادا ہو جائے گا مگر روزہ کی برکات و ثمرات سے محرومی رہے گی، جیسا کہ سنن نسائی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ مَالَمْ یخرقھا"

روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے

روزہ دار جھوٹ اور غلط کام چھوڑ دے

ایک حدیث میں ہے کہ: مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلِ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ [2]

جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹی بات اور غلط کام نہ چھوڑے تو اللہ کو کچھ حاجت نہیں کہ وہ (گناہوں کو چھوڑے بغیر) محض کھانا پینا چھوڑ دے۔

---

(۱) بخاری ص ۲۵۴ ج ۱۔

(۲) بخاری ص ۲۵۵ ج ۱۔

معلوم ہوا کہ کھانا پینا اور جنسی تعلقات چھوڑنے سے ہی روزہ کامل نہیں ہوتا بلکہ روزہ کو فواحش و منکرات اور ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رکھنا لازم ہے۔ روزہ منہ میں ہو اور آدمی بدکلامی کرے یہ اس کے لئے زیب نہیں دیتا۔ اسی لئے تو سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

روزہ دار کو اگر گالی دی جائے تو......؟

وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَـــابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ اِنِّي امْرُءٌ صَائِمٌ (۱)

جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو گندی باتیں نہ کرے، شور نہ مچائے، اگر کوئی شخص گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرنے لگے تو (اس کو گالی گلوچ سے جواب نہ دے بلکہ) یوں کہہ دے کہ میں روزے دار آدمی ہوں (گالی گلوچ کرنا یا لڑائی کرنا میرا کام نہیں)۔

بد پرہیزی

اگر کوئی مریض دوا استعمال کرے لیکن پرہیز نہ کرے تو فائدہ نہیں ہوتا، اسی طرح ہم سب روحانی مریض ہیں ہماری بیماری دل میں اللہ کے خوف کا نہ ہونا ہے گناہوں پر جرأت کرنا ہماری بیماری ہے اس بیماری کی دوا اللہ نے روزہ بتائی ہے اور یہ وہ کامیاب دوا ہے جو گذشتہ امتوں نے بھی استعمال کی اور یہ امت بھی چودہ سو سال سے استعمال کرتی چلی آرہی ہے، اب اگر کسی کو روزے سے فائدہ نہیں ہو رہا تو یہ کہا جائے گا کہ بد پرہیزی کی ہے۔

سب اعضاء کا روزہ ہوتا ہے

روزہ رکھ کر اگر ایک آدمی جھوٹ بول رہا ہے تو یہ بد پرہیزی کر رہا ہے، روزہ آنکھوں کا بھی ہوتا ہے، روزہ زبان کا بھی ہوتا ہے، زبان کا روزہ یہ ہے کہ غیبت و فحش کلامی سے باز رہے۔

---

(۱) بخاری ص ۲۵۵ ج ۱۔

زبان کا روزہ یہ ہے کہ ہر وہ کلمہ زبان پر نہ لائے جو انسان کو اللہ سے دور لے جائے یہ زبان کا روزہ ہے اور اگر زبان کا روزہ نہ ہوا تو پھر نتیجہ کیا نکلے گا کہ یہی کہا جائے گا کہ بد پرہیزی ہوگئی۔ روزہ ہاتھوں کا بھی ہوتا ہے، روزہ پاؤں کا بھی ہوتا ہے، جسم کے سارے اعضاء کا ہوتا ہے، ایک ایک عضو کا روزہ ہے، آنکھوں کا روزہ ہے کہ وہ نامحرم سے رک جائے، اللہ کی نافرمانی سے باز آجائے، کان کا روزہ یہ ہے کہ وہ کسی کی ٹوہ میں نہ لگے، آنکھ کا روزہ ہے کہ کسی کے عیوب تلاش نہ کرے اور وہ بدنگاہی سے باز آجائے یہ آنکھ کا روزہ ہے، اگر آنکھ کا روزہ نہیں ہوا تو پھر بد پرہیزی ہوجائے گی پھر روزے کا فائدہ حاصل نہیں ہوگا، دل کا روزہ یہ ہے کہ اس کو دنیا کی محبت سے محفوظ رکھا جائے اور اللہ اور رسول کی محبت تمام محبتوں سے غالب ہونی چاہیے۔

رمضان میں نافرمانی شفاعت سے محرومی

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی ہوگا جسے لایا جائے گا اور فرشتوں نے اسے جکڑا ہوا ہوگا اور گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جارہے ہوں گے وہ کہے گا **الامان الامان** مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ کوئی بچانے کے لیے آگے نہیں آئے گا پھر کیا ہوگا، رسول پاک ﷺ پوچھیں گے کہ اے جبرئیل یہ کون ہے؟ تو جبرئیلؑ فرمائیں گے **شَابٌّ مِنْ اُمَّتِکَ** یہ آپکی امت کا ایک نوجوان ہے، نبی اکرم ﷺ پوچھیں گے اس کا کیا جرم ہے؟ تو جبرئیل امین فرمائیں گے اس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس میں گناہوں سے اپنے آپ کو نہیں بچایا رمضان میں گناہ کرتا تھا، توبہ نہیں کرتا تھا، رمضان میں اللہ پاک کی طرف نہیں بڑھتا تھا اللہ پاک کی طرف آنے کی کوشش اس نے نہیں کی تو آپ ﷺ براہ راست اسے مخاطب کر کے فرمائیں گے: کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا تھا؟ یعنی قرآن میں گناہوں کے نقصانات کو نہیں پڑھا تھا؟ وہ کہے گا: پڑھا تو

تھا لیکن غفلت چھا گئی تھی تو نبی اکرم ﷺ فرمائیں گے: بِئْسَ الشَّابُّ اَنْتَ تو بڑا بُرا آدمی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ میرے ساتھ لپٹ رہا ہوگا اور فرشتے اسے چھوڑ نہیں رہے ہوں گے، پھر میں اللہ سے سفارش کروں گا میں کہوں گا اے اللہ میری امت کا ایک نوجوان ہے میں اس کی سفارش کرتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ کہے گا اس کے خلاف مدعی بڑا طاقتور ہے میں کہوں گا مجھے بتادیجئے اس کا مدعی کون ہے؟ میں اس کو راضی کرلیتا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کا مدعی رمضان ہے اس نے رمضان کے مہینے میں ظلم اور زیادتیاں کی ہیں اور بغیر توبہ کے مرا ہے، تو میں کہوں گا: اے اللہ میں ایسے شخص سے بری الذمہ ہوں جس کا رمضان مدعی ہے، اللہ فرمائے گا جس سے آپ بری ہیں اس سے میں بھی بری ہوں، پھر فرشتے اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ (۱)

تو میرے عزیز دوستو اور محترم بزرگو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کا مجمع وہاں ہوگا اور سب کے سامنے یہ ذلت کا فیصلہ ہوگا یہ آدمی نبی ﷺ سے چمٹ جائے گا اور نبی ﷺ اس کی سفارش نہیں کریں گے تو عرض یہ کررہا تھا کہ روزے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے، اب دیکھتے ہیں کہ تقویٰ کس کو کہتے ہیں۔

تقویٰ کس کا نام ہے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہوتا ہے کہ جب آپ کسی کانٹے دار اور کیچڑ والے راستے پر چلتے ہیں تو آپ اپنے دامن کو سمیٹ لیتے ہیں اور سکیڑ سکیڑ کر چلتے ہیں، جیسا کہ ایک آدمی جھاڑیوں سے گزر رہا ہو تو وہ جھک جھک کر اور بچ بچ کر گزر رہا ہوتا ہے کہ کوئی جھاڑی کپڑوں کے ساتھ لپٹ نہ جائے اور کپڑے پھٹ نہ جائیں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

---

(۱) سورۃ التوبہ۔

نے فرمایا: اے امیر المومنین تقویٰ ایک ایسی چیز کا نام ہے کہ آدمی اس طرح سے بچ بچ کر چلے کہ کسی گناہ سے میرا دامن گندہا نہ ہو جائے، اللہ کسی اللہ کی نافرمانی سے میرا دامن گندہا نہ ہو جائے، بہت بڑی بات ہے گناہوں سے بچنا اور آدمی جب بڑے گناہوں سے بچتا ہے تو چھوٹے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔

" إِن تَجْتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلاً كَرِيمًا" (۱)

اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب کروگے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کردیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔

آپ بڑے بڑے گناہوں سے بچو چھوٹے چھوٹے گناہ اللہ پاک خود معاف فرمادیں گے۔ چھوٹے چھوٹے گناہ جب آپ وضو کریں گے، خیر کے کام کریں گے تو وہ خود ہی دھل جائیں گے لیکن بڑے بڑے گناہوں کے لیے خود کو اللہ سے معافی مانگنی پڑے گی۔

تقویٰ کے دنیاوی فوائد

(۱) اللہ کی مدد حاصل ہوگی۔ (۲)

(۲) اللہ علم اور حکمت کے دروازے کھولیں گے یعنی اگر آپ کے دل میں اللہ کا خوف وڈر پیدا ہوا تو اس کے نتیجے میں اللہ آپ کو حق و باطل کے بیچ میں فرق کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے گا کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز، یہ حلال ہے اور یہ حرام، اگر کسی وقت دو باتیں سامنے آگئیں کہ سمجھ نہیں آرہا کہ کسے اختیار کروں اور کسے نہیں تو تقویٰ کی برکت کے ذریعے اللہ پاک آپ کو خیر کی سمجھ دیں گے۔ (۳)

(۳) متقی کے گناہ اللہ معاف کریں گے اور اعمال پر دہرا اجر عطا فرمائیں گے۔ (۴)

---

(۱) سورہ النساء آیت نمبر ۳۱۔ (۳) سورہ انفال۔

(۲) سورہ حجر۔ (۴) سورۃ الطلاق۔

(۴) اللہ تعالیٰ متقی کے معاملات اور کاموں میں آسانی پیدا فرمائیں گے۔ (۱)

(۵) اللہ تعالیٰ متقی کو غموں سے نجات دیں گے۔ (۲)

(۶) اللہ تعالیٰ متقی کو وہاں سے رزق عطا فرمائیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ (۳)

(۷) اللہ تعالیٰ متقی کو اعمال کی توفیق دیں گے۔ (۴)

(۸) متقی کو اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائیں گے۔ (۵)

(۹) اللہ تعالیٰ متقی کو محبوب بنائیں گے۔ (۶)

(۱۰) متقی کو اللہ کی قربت حاصل ہوگی۔ (۷)

(۱۱) متقی کے اعمال کو اللہ ضائع نہیں کرتا۔ (۸)

(۱۲) متقی کو اللہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ (۹)

تقویٰ کے اخروی فوائد

(۱) آخرت میں امن اور سکون نصیب ہوگا۔ (۱۰)

(۲) اللہ تعالیٰ متقی کو آخرت میں سب سے زیادہ عزت عطا فرئیں گے۔ (۱۱)

(۳) ہم عمر بیویاں ملیں گی۔ (۱۲)

(۴) متقی کو اللہ جنت نصیب فرمائیں گے۔ (۱۳)

(۵) اللہ کی ملاقات اور زیارت نصیب ہوگی۔ (۱۴)

---

(۱)(۲)(۳) سورۃ الطلاق۔ (۵) سورۃ الحجرات۔ (۶)(۸)(۱۴) سورۃ التوبہ۔

(۷)(۱۱)(۱۲) سورۃ النباء۔ (۹) سورۃ المائدہ۔ (۱۳) سورۃ القمر۔ (۴)(۱۰) سورۃ البقرۃ۔

تقویٰ کے حصول کا طریقہ

تقویٰ حاصل ہوگا تین کاموں سے:

۱۔نیک لوگوں کی صحبت:

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (۱)

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور نیک لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔

معلوم ہوا کہ تقویٰ کا حصول صحبت صالحین سے ہوگا۔

۲۔اللہ سے مانگنا:

قدم قدم پر انسان اللہ کی توفیق اور مدد کا محتاج ہے، شیطان کے شر سے بچنے کے لئے اور حصولِ تقویٰ کی مسلسل دعائیں اللہ سے مانگتا رہے۔ نبی ﷺ نے یہ دعا مانگی:

اے اللہ! ہمارے نفسوں کو پاک فرمادیجئے۔

۳۔روزے کا اہتمام:

تمام سنتوں و مستحبات و آداب کی رعایت رکھ کر روزہ رکھنا، اس سے تقویٰ حاصل ہوگا۔

---

(۱) سورۃ التوبہ۔

نمازِ تراویح کے فضائل ومسائل

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَاِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَاِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ“

نبی اکرم ﷺ نے رمضان کے روزوں اور رات کے قیام کو باعث مغفرت قرار دیا ہے۔ رمضان المبارک کی ایک امتیازی عبادت نمازِ تراویح ہے، جو اپنی الگ شان رکھتی ہے، اس نماز کے ذریعہ رمضان المبارک میں مسجدوں کی رونق بڑھ جاتی ہے، عبادات کے شوق میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے، بندے کی روحانیت میں ترقی ہوتی ہے، ایک ایک سجدے کی وجہ سے بندے کا اللہ سے تعلق بنتا چلا جاتا ہے۔

نماز تراویح کے چالیس سجدوں کی مثال

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ۲۰ رکعت نماز تراویح میں ۴۰ سجدوں کی مثال ایسی ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر ۴۰ راتوں سے قربِ خداوندی حاصل ہوا، اللہ نے اپنے ساتھ تعلق بڑھانے کے واسطے بندے کو ان سجدوں کا حکم دیا، ویسے بھی آدمی کے مزاج کو بدلنے میں ۴۰ کے عدد کا خاص دخل ہے اسی لئے رحم مادر میں بھی بچہ ۴۰، ۴۰ دن گزار کر مختلف ادوار سے گزرتا ہے لہٰذا بندہ اگر رمضان کے مہینے میں ان ۴۰ سجدوں کا اہتمام کرے گا تو اس کی روحانیت میں غیر معمولی ترقی ہوگی۔ (۱)

---

(۱) احیاء العلوم۔

صحیح احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رمضان المبارک میں باجماعت نماز پڑھائی لیکن جب مجمع زیادہ بڑھنے لگا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غیر معمولی ذوق وشوق کو دیکھ کر آپ ﷺ کو خطرہ ہوا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ کر دی جائے تو آپ ﷺ نے یہ سلسلہ موقوف فرما دیا، (۱) پھر دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی کے ابتدائی زمانہ تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہا، اس کے بعد سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہ لوگ مسجد میں تنہا یا چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر نمازِ تراویح پڑھتے ہیں، مناسب سمجھا کہ تراویح کی با قائدہ جماعت قائم کر دی جائے، چنانچہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو تراویح کا امام مقرر فرمایا۔ (۲)

(۱) عبد العزیز بن رفیعؒ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں ۲۰ رکعات تراویح لوگوں کو پڑھاتے تھے اس کے بعد ۳ رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔ (۳)

(۲) یزید بن رومانؒ فرماتے ہیں کہ لوگ رمضان المبارک میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تئیس رکعت پڑھتے تھے ۲۰ رکعت نمازِ تراویح اور ۳ وتر۔ (۴)

انہیں روایات وآثار کی وجہ سے جمہور علماء امت اور چاروں ائمہ، (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کا متفقہ موقف یہ ہے کہ تراویح کی رکعت بیس ہیں، اور تمام عالم میں شرقاً وغرباً صدیوں سے امت کا عمل یہی چلا آ رہا ہے، حتیٰ کہ حرمین شریفین میں چودہ سو سال سے آج تک ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی ہیں۔

(۳) ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع کہ تراویح ۲۰ رکعات ہیں۔ (۵)

(۴) علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ ابی بن کعبؓ رمضان میں ۲۰ رکعت

---

(۱) بخاری شریف ۲۶۹/۱۔ (۳) مصنف ابن شیبہ ۱۵۶/۲۔ (۵) مرقاۃ ج ۳ ص ۳۴۲۔
(۲) صحیح بخاری۔ (۴) السنن الکبریٰ للبیہقی ۶۹۹/۲۔

تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے کیونکہ یہ بات مہاجرین وانصار کی موجودگی میں پیش آئی اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ (۱)

(۵) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات سے مروی ہے سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس ہی پڑھتے ہوئے پایا، یہی موقف حضرت ابن عباس، نعمان بن بشیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (۲) اس لیے تراویح ۲۰ رکعت پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اوراس میں کسی مسلمان کو کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، ہم اپنے دوستوں کی محفل میں گھنٹوں کے گھنٹوں بیٹھ جاتے ہیں، ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے ہمیں دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمت سے کام لینا چاہئے، نامعلوم یہ ہماری زندگی کا آخری رمضان ہو۔

مسائل

مسئلہ : نمازِ تراویح سنتِ مؤکدہ ہے، بلا عذر شدید کے چھوڑنا گناہ ہے، اگر فوت ہوجائے تو قضاء نہیں۔

مسئلہ : نمازِ تراویح اور تمام سنن ونوافل اگرچہ مطلق نماز کی نیت سے درست ہوجاتی ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ تراویح میں ارادہ کرکے نماز شروع کی جائے کہ میں ۲ رکعت نمازِ تراویح ادا کررہا ہوں۔

مسئلہ : تراویح یا کسی بھی جماعت میں عورتوں کی تنہا جماعت صحیح نہیں۔

مسئلہ : اگر غلطی سے تین رکعتیں پڑھیں مگر دوسری رکعت پر قعدہ کرلیا تو دو صحیح ہوگئیں اور تیسری باطل ہوگئی، تیسری رکعت میں جو حصہ قرآن کا پڑھا ہے اسے دہرائیں اور اگر ایک سلام

---

(۱) مجموعۃ الفتاوی ج ۲۳ ص ۶۸۔

(۲) جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶۔

سے تین رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو تینوں رکعتیں باطل ہو گئیں، ان میں جو قرآن پڑھا ہے اسے دہرایا جائیگا۔

مسئلہ : اگر ایک سلام سے ۴ رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ کیا تو چاروں صحیح ہو گئیں اور اگر ایک سلام سے ۴ رکعتیں پڑھیں اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو صرف اخیر کی ۲ رکعتیں معتبر ہونگی اور پہلی ۲ رکعتیں باطل ہوں گی لہٰذا ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا ہے اسے دہرایا جائے گا۔

مسئلہ : تراویح کی ۲۰ رکعتیں دس سلاموں سے پڑھی جائیں گی اور ان میں ہر ترویحہ میں یعنی ہر ۴ رکعت کے بعد کچھ دیر توقف کرنا پسندیدہ ہے، ترویحہ کے لئے کوئی خاص عبادت متعین نہیں ہے، بلکہ اختیار ہے خواہ ذکر کریں، تلاوت کریں یا تنہا تنہا نفل پڑھیں۔

مسئلہ : کسی شخص سے تراویح کی بعض رکعات چھوٹ جائیں تو وہ ترویحہ کے وقفہ میں وہ رکعات پوری کرلے اگر پھر بھی رہ جائیں اور امام وتر پڑھانے کے لئے کھڑا ہو جائے تو امام کے ساتھ اولاً وتر ادا کرے اس کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعات پڑھے۔

مسئلہ : جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو وہ اپنی فرض نماز تنہا پڑھ کر تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے۔

مسئلہ: تراویح میں بھی عام نمازوں کی طرح نابالغ بچے کی امامت صحیح نہیں۔

مسئلہ : بعض مرتبہ تراویح کے دوران بے خیالی میں یہ صورت پیش آتی ہے کہ امام آیتِ سجدہ پڑھ کر جب سجدۂ تلاوت کر کے کھڑا ہوتا ہے تو سورہ فاتحہ پڑھ کر آگے قرأت شروع کرتا ہے تو شرعاً اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

۞۞۞۞۞

روزے کے مسائل

نیت کی اہمیت اور طریقہ

کوئی عبادت بغیر نیت کے عبادت نہیں بنتی، ہر عبادت میں نیت کو بہت اہمیت حاصل ہے، جیسی نیت ہوگی اسی پر عمل کا دارومدار ہوگا، حدیث پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا الأ عمَالُ بِالنِیَّات [۱]

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نیت کو عمل سے بہتر کہا گیا ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"نِیَّۃُ الْمُؤ مِنِ خَیْرٌمِّنْ عَمَلِہٖ" [۲]

مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

یہ اس لئے کہ مومن کسی اچھے کام کی نیت کرے تو اس کو اس کا ثواب مل ہی جاتا ہے اگر چہ کسی وجہ سے وہ عمل نہ کرسکا لیکن عمل بسا اوقات وجود میں آنے کے بعد ریا کاری کی وجہ سے برباد ہوجاتا ہے اور نیت تو برباد نہیں ہوتی اس لئے کہ اس کا تعلق دل سے ہوتا ہے اس لئے تمام اعمال میں نیت کا بہت بڑا دخل ہے، روزے کی نیت بھی ضروری ہے، بلا نیت روزہ نہیں ہوتا، نیت دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں، دل میں روزے کا پختہ ارادہ کرلیا تو نیت ہوگئی، زبان سے کہنا ضروری نہیں، [۳] البتہ دل کے ارادے کے ساتھ زبان سے بھی نیت کرلی جائے تو اچھا ہے، زبان سے نیت کے لئے کوئی خاص لفظ مقرر نہیں کسی بھی زبان میں نیت کی جاسکتی ہے، مثلاً یوں کہئے کہ میں رمضان کے کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں، عربی کے الفاظ ضروری نہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری۔

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی، شرح السنۃ۔

(۳) الجوھرۃ النیرۃ ص ۱۷۵ ج ۱۔

نیت کا وقت

سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے نیت کی جائے لیکن اگر کسی وجہ سے سحری کا وقت ختم ہو جانے تک نیت نہیں کر سکا، مثلاً سو یا رہا یا دیر سے آنکھ کھلی تو زوال سے پہلے نیت کر لی جائے تو روزہ ہو جائے گا، بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو اور ایسا کوئی کام نہ کیا ہو جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ایسا کوئی کام کر لینے کے بعد نیت کرنے سے روزہ نہیں ہوگا۔ (۱)

روزے کے مستحبات کا بیان

(۱) سحری کھانا۔ (۲)　　(۲) رات سے نیت کرنا۔

(۳) سحری آخری وقت میں کھانا بشرطیکہ صبح صادق سے پہلے پہلے یقیناً فارغ ہو جائے۔ (۳)

(۴) افطار میں جلدی کرنا جب کہ سورج کے غروب ہونے کا یقین ہو جائے۔ (۴)

(۵) چھوہارے یا کھجور سے اور یہ نہ ہوں تو پانی سے افطار کرنا۔

(۶) روزے داروں کو روزہ افطار کروانا خواہ کھجور سے ہو یا ایک گھونٹ پانی کا یا دودھ کا ہی کیوں نہ ہو۔ (۵)

(۷) فضول کلام سے اجتناب کرنا۔ (۶)

(۸) اہل وعیال پر وسعت کرنا یعنی عام دنوں کی بنسبت رمضان میں زیادہ سخاوت کرنا۔

(۹) اگر کوئی اس سے الجھ جائے تو صاف صاف کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ (۷)

(۱۰) تین کاموں کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہنا چاہیے، کثرت سے استغفار کرتے رہنا چاہیے اور صدقہ دیتے رہنا چاہیے۔

(۱۱) سحری جلدی کرنی چاہیے۔

نوٹ : کچھ لوگ فجر کی اذان تک سحری کھاتے رہتے ہیں، سحری کا وقت صبح صادق تک ہوتا ہے، لہٰذہ صبح صادق سے کم از کم دو، تین منٹ پہلے سحری سے فارغ ہو جانا چاہیے۔

---

(۱) عالمگیریہ ص ۱۹۵ ج ۱ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۵۲ ج ۱۔　　(۳)(۴) طبرانی۔

(۲)(۷) صحیح بخاری وصحیح مسلم۔　　(۵) بیہقی۔　　(۶) دارمی۔

روزے کے مکروہات کا بیان

(۱) گوند چبانا یا کوئی اور چیز منہ میں ڈالے رکھنا۔ (۱)

(۲) کوئی چیز چکھنا، البتہ جس عورت کا خاوند سخت مزاج ہو اور لڑائی کا اندیشہ ہو تو اسے زبان کی نوک سے سالن کا نمک چکھ لینے کی اجازت ہے چکھ کر اس کو تھوک دے۔ (۲)

(۳) کلّی یا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔

(۴) منہ میں بہت سا تھوک جمع کر کے نگلنا۔

(۵) غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، گالی گلوچ کرنا۔ (۳)

(۶) بے قراری اور گھبراہٹ ظاہر کرنا۔

(۷) غسل جنابت کو قصداً صبح تک مؤخر کرنا البتہ اگر سحری کا وقت تنگ ہو تو اچھی طرح کلی کر کے جنابت کی حالت میں سحری کھانا جائز ہے، (۴) زوال تک اگر اسی حالت میں رہا تو فرشتے لعنت کریں گے۔

(۸) کوئلہ چبا کر یا منجن سے دانت مانجھنا نیز ٹوتھ پیسٹ کے استعمال سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ (۵)

مفسدات کا بیان

مفسدات ان باتوں کو کہتے ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور ان کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا واجب ہوتی ہے

(۱) کسی نے زبردستی روزے دار کے منہ میں کوئی چیز ڈال دی اور وہ حلق سے اتر گئی۔

---

(۱) احسن الفتاویٰ ص۴۵۲۔ (۳) صحیح بخاری و مسلم۔ (۴) مشکوٰۃ۔

(۲) عالمگیریہ ص۱۹۹ ج۱ رد المحتار ص۱۶ ج۲۔ (۵) امداد الفتاویٰ ص۱۴۱ ج۲ احسن الفتاویٰ ص۴۳۹ ج۴۔

(۲) روزہ یاد تھا اور کلی کرتے وقت بلا قصد حلق میں پانی اتر گیا۔

(۳) قے آئی اور قصداً حلق میں لوٹا لی یا اگر قصداً قے کر لی تو ٹوٹ جائے گا۔ (۱)

(۴) کنکری یا پتھر کا ٹکڑا یا گٹھلی یا مٹی یا کاغذ کا ٹکڑا قصداً نگل لیا۔

(۵) ایسی چیز کو جو دانتوں میں رہ گئی ہو زبان سے نکال کر نگل لیا جبکہ وہ چنے کے دانے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو اور اگر منہ سے باہر نکال کر پھر نگل لیا تو چاہے چنے سے کم ہو یا زیادہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(۶) ناک اور کان میں تیل یا کوئی دوا ڈالی۔

(۷) دانتوں میں سے نکلے ہوئے خون کو نگل لیا جبکہ خون تھوک پر غالب ہو، اگر بحالت روزہ دانت یا داڑھ نکلوادی اور اس سے خون نکل کر حلق کے اندر چلا گیا تو ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضاء واجب ہوگی۔ مسوڑھوں سے خون یا پیپ نکل کر حلق میں چلی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضاء لازم ہوگی بشرطیکہ خون یا پیپ کی مقدار لعاب کے برابر ہو یا اس پر غالب ہو اور اگر حلق کے اندر خون کا ذائقہ محسوس ہو تو ایسی صورت میں بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضاء بہر حال لازم ہوگی۔ (۲)

(۸) بھولے سے کچھ کھا پی لیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا، (۳) البتہ یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے پھر قصداً کھایا پیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۴)

(۹) یہ سمجھ کر کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی سحری کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۵)

(۱۰) رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں کوئی روزہ توڑ ڈالا۔ (۶)

---

(۱) ترمذی، ابوداؤد۔ (۳) بخاری و مسلم۔ (۴) آپ کے مسائل اور ان کا حل۔

(۲) عالمگیریہ ۱/۲۰۳، آپ کے مسائل ۲۸۲، شامی ۳۹۶/۲۔ (۵)(۶) ھدایہ۔

(۱۱) بادل یا غبار کی وجہ سے یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہوگیا روزہ افطار کرلیا حالانکہ ابھی وقت باقی تھا، یہ روزہ نہ ہوگا اس کے بدلے قضا لازم آئے گی۔ (۱)

(۱۲) بھوک یا پیاس اس قدر شدید ہوجائے کہ یہ خطرہ ہو کہ اگر کچھ نہ کھایا پیا تو جان نکل جائے گی اس صورت میں روزہ توڑ دیا تو صرف قضا آئے گی۔

(۱۳) روزے کی حالت میں سگریٹ، پان، نسوار، حقہ استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر سحری کھانے کے بعد پان یا نسوار منہ میں رکھ کر سو گیا اور بیدار ہوا تو سحری کا وقت ختم ہوچکا تھا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ (۲)

ان سب صورتوں میں صرف ان روزوں کی قضا واجب ہوگی، قضا کا طریقہ یہ ہے کہ جو روزہ ٹوٹ گیا ہو رمضان گزرنے کے بعد اس روزے کے بدلے میں ایک روزہ رکھے۔ (۳)

دوسری قسم: وہ مفسدات جن سے کفّارہ اور قضا دونوں واجب ہوتے ہیں

(۱) رمضان شریف کے مہینے میں روزہ رکھا اور کوئی ایسی چیز قصداً کھالی جو لذّت یا دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہو۔ (۴)

(۲) قصداً صحبت کرلی۔ (۵)

(۳) سرمہ لگایا اور پھر یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے قصداً کھا پی لیا۔ (۶)

جن چیزوں سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ مکروہ ہوتا ہے

(۱) سرمہ لگانا۔ (۷)

(۲) بدن پر تیل ملنا یا سر میں تیل ڈالنا۔ (۸)

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۸۲۔ (۲) رد المحتار ص ۳۹۵ ج ۲، امداد الفتاوی ص ۱۲۴ ج ۲۔
(۳) رد المحتار ص ۴۰۱ ج ۲۔ (۶) رد المحتار ص ۴۰۹ ج ۲ عالمگیریہ ص ۲۰۵۔
(۷) ترمذی۔ (۸) ھدایہ ج ۱ ص ۵۳۲۔ (۴) ھدایہ۔ (۵) صحیح بخاری و مسلم۔

(۳) ٹھنڈک کیلئے غسل کرنا یا پیاس بجھانے کے لئے۔ (۱)

(۴) مسواک کرنا اگرچہ تازی جڑ یا شاخ کی ہو۔ (۲)

(۵) خوشبو لگانا یا سونگھنا۔

(۶) بھولے سے کچھ کھا پی لینا۔ (۳)

(۷) خود بخود بلا قصد قے ہو جانا اگرچہ منہ بھر کے ہو۔ (۴)

(۸) اپنا تھوک نگلنا، لیکن اگر بہت سا تھوک جمع کر کے نگلا تو روزہ مکروہ ہو جائے گا۔

(۹) بلا قصد مکھی یا دھوئیں کا حلق سے اترنا۔ (۵)

(۱۰) انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۶)

(۱۱) ضرورت شدیدہ کے تحت دانت یا داڑھ نکلوانا اور منہ میں دوا لگانا جائز ہے، لیکن اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ دوا حلق کے نیچے نہ اترے اور اگر اتر گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، واضح رہے کہ بغیر ضرورت کے دانت یا داڑھ نکالنا مکروہ ہے۔

مسئلہ : اگر رمضان شریف میں کسی کا روزہ ٹوٹ جائے تب بھی اس کو افطار تک کچھ کھانا پینا جائز نہیں بلکہ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ (۷)

(۱۲) احتلام ہونے سے۔ (۸)

کب روزہ توڑنے کی اجازت ہے

(۱) سفر کی وجہ سے بشرطیکہ مسافت شرعی ہو (۹) شرعی سفر کی تعداد موجودہ زمانے کے اعتبار سے 48 میل یا 77.50 کلومیٹر ہے۔

---

(۱) ابوداؤد۔ (۲) (۸) ترمذی۔ (۳) فتح القدیر ۲۶۰، صحیح بخاری و مسلم۔ (۴) فتح القدیر ۲۶۰۔ (۵) ھدایہ۔

(۶) امداد الفتاوی ص ۱۴۵ ج ۲۔ (۷) صحیح بخاری و مسلم، البحر الرائق ص ۲۸۸ ج ۲۔ (۹) صحیح بخاری و مسلم۔

(۲) مرض کی وجہ سے جب یہ خطرہ ہو کہ اگر روزہ رکھے گا تو مرض بڑھ جائے گا یا جان چلی جائے گی۔[۱]

(۳) بھوک یا پیاس سے یہ حال ہو جائے کہ اگر روزہ نہیں توڑے گا تو موت واقع ہو جائے گی۔

(۴) حاملہ عورت کے لئے جب کہ بچے کو یا خود کو قوی نقصان کا اندیشہ ہو۔

(۵) دودھ پلانے والی عورت کے لئے جب کہ اسے ڈر ہو کہ اگر کچھ نہ کھایا پیا تو دودھ نہ ہونے کی وجہ سے بچے کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔

روزے کے آداب اور قبولیت کے شرائط

(۱) روزہ دار کو چاہئے کہ اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت، چغل خوری، گالی گلوچ، فحش کلامی اور جدل وجدال سے محفوظ رکھے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلِ بِہٖ
فَلَیْسَ لِلّٰہِ حاجۃٌ اَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَ شرَابَہٗ''[۲]

ترجمہ: جو آدمی (روزہ رکھ کر) جھوٹی باتیں، فحش
گوئی اور برے اعمال کو نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی
ضرورت نہیں کہ یہ کھانا پینا چھوڑے۔

یعنی روزہ رکھ کر بھی فحش گوئی اور بے حیائی کو ترک نہ کیا تو ایسے میں روزے کا اجر برباد ہو جاتا ہے۔ حضرت مجاہد تابعیؒ فرماتے ہیں کہ غیبت اور جھوٹ روزے کو برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔

---

(۱) ھدایہ۔

(۲) بخاری۔

(۲)روزہ دار کو چاہیے کہ غیبت کے سننے سے بھی اجتناب کرے، اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہوتے ہیں۔ (۱)

(۳) نگاہوں کی حفاظت کرے، ہر ایسی چیز سے اپنی نظروں کی حفاظت کرے جو اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہو، حدیث میں ہے کہ پانچ چیزیں روزہ کو برباد کر دیتی ہیں:

(۱) جھوٹ۔

(۲) غیبت۔

(۳) چغل خوری۔

(۴) جھوٹی قسم کھانا۔

(۵) بدنظری۔ (۲)

(۴) اپنے پیٹ کو حرام کے لقمے سے بچائے، حرام لقمہ ایمان کیلئے زہرِ قاتل ہے۔

(۵) افطار کے وقت زیادہ کھانے سے اجتناب کرے، نفس کو صبح سے لے کر شام تک بھوکا پیاسا رکھا اور افطار کے وقت قسم قسم کے کھانے شکم سیر ہو کر کھائے گا تو نفس کبھی مغلوب نہ ہوگا جب کہ روزے کا مقصد نفس کو مغلوب کرنا ہے اور گناہوں سے بچنا ہے۔

(۶) زیادہ سونے سے بھی اجتناب کرے، دن کو ذکر و تلاوت میں گزارے، اپنے آپ کو اللہ کی عبادت میں خوب تھکائے تاکہ اچھی طرح بھوک و پیاس لگے اور اللہ کے لئے اس کو برداشت کرے اور اجر کی امید رکھے۔

(۷) افطار کے وقت قبولیت کی امید بھی رکھے اور روزے کے مردود ہو جانے سے ڈرتا بھی رہے۔

۞۞۞۞۞

---

(۱) طبرانی۔

(۲) احیاء العلوم۔

روزہ افطار کرانے کے فضائل

(۱) روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ (۱)

(۲) روزہ افطار کرانے والے کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(۳) روزہ افطار کرانے والے کو جہنم کی آگ سے نجات دی جاتی ہے۔ (۲)

(۴) روزہ افطار کرانے والے کے لئے فرشتے رمضان کے آخر تک تین دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

پہلی دعا: مولائے کریم اس پر رحم فرما۔

دوسری دعا: اور اس کی غلطیاں معاف فرما۔

تیسری دعا: اور اس کا عمل مقبول بنا۔

(۵) روزہ افطار کرانے والے سے لیلۃ القدر میں جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے جبریل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اسکو دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ

اس کا دل نرم ہو جاتا ہے، رقت پیدا ہو جاتی ہے یعنی اللہ کا ڈر دل میں آنے لگتا ہے اور آخرت کا خوف نصیب ہوتا ہے۔

دوسرا فائدہ

آنکھوں سے بکثرت آنسو نکلنے لگتے ہیں اور یاد رکھیں کہ دل کا نرم ہونا اور آنسوؤں کا نکلنا دونوں آدمی کی نیک بختی کی علامتیں ہیں۔ (۳)

---

(۱) ابن خزیمہ فی صحیحہ۔ (۳) الترغیب والترھیب۔

(۲) صحیح ابن خزیمہ۔

افطار کرانا کس قدر آسان ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک کو یہ استطاعت کہاں کہ کسی کو افطار کرا سکے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ پیٹ بھر کر کھانا کھلانے پر موقوف نہیں بلکہ ایک لقمہ بھی کسی کو کھلا دے اس پر بھی اللہ رب العزت یہ اجر عطا فرماتے ہیں۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر ایک لقمے کی بھی طاقت نہ ہو؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کھجور سے افطار کرا دیا، ایک لسی کا گھونٹ ہی دے دے، اگر یہ نہ ہو تو کم از کم پانی کے گھونٹ سے بھی کسی کو افطار کرا دے تب بھی اللہ رب العزت یہ اجر عطا فرماتے ہیں۔''

افطار کرانا کس قدر آسان اور بے انتہا اجر و ثواب والا عمل ہے لیکن آج ہمارے معاشرے میں روزہ کشائی کے جذبات تو ہیں مگر شریعت کے مطابق نہیں اس لئے یہ عمل نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بن گیا ہے۔

افطار پارٹی اور خرافات

آج کل رواج چل نکلا ہے کہ روزہ کشائی جیسے مبارک عمل کو نفسانی خواہشات کے رنگ میں رنگ دیا جا رہا ہے، ہم ان خرافات اور بدعات کو ذکر کرتے ہیں جو اس مبارک عمل کے موقع پر ہمارے معاشرے کا حصہ بن گئی ہیں، افطار کرانے سے زیادہ انہیں دلچسپی دی جانے لگی ہے۔ چار پانچ سال کا بچہ ہے اس سے بھی روزہ رکھنے کو کہا جا رہا ہے، اس سے روزہ رکھوانے کا

مطلب کیا ہوگا کہ شام کو افطار پارٹی ہوگی اور اس میں روزہ کشائی ہوگی، اس میں محلے والوں اور رشتہ داروں کو بلایا جائے گا اور اس بچے کی تصویریں کھینچی جائیں گی اور یہ ظاہر کیا جائے گا کہ اتنا چھوٹا سا بچہ ہے اور اس نے روزہ رکھا، اگر بچہ اتنا بڑا ہے کہ روزے کو سمجھتا ہے تو اس سے روزہ رکھوایا جائے تا کہ بالغ ہونے پر جب روزہ کی فرضیت اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ اس کا عادی ہو چکا ہو، لیکن بہت چھوٹے بچے کو روزہ نہیں رکھوانا چاہئے، روزہ رکھوانے کا کام تو اچھا کیا لیکن کیا آپ نے غور کیا کہ یہاں کتنی قباحتیں جمع ہوگئیں اور کتنے گناہ ہوگئے؟

پہلی قباحت : اس طرح روزہ رکھوا کر اور تصویریں کھینچوا کر آپ اس بچے کے اندر ریاکاری کا بیج بو رہے ہیں، اس کے دل میں ہر عمل کی رونمائی کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے جس کی وجہ سے یہ بڑا ہو کر اخلاص کی دولت سے محروم رہے گا حالانکہ اخلاص ہی تمام عبادات و اعمال صالحہ کی روح ہے جس کے بغیر عمل ایسا ہے جیسا کہ انسانی جسم بغیر روح کے، اندازہ کریں اس میں کتنا بڑا نقصان ہے۔

دوسری قباحت : دوسری قباحت اس میں یہ ہے کہ پھر تحفے لینے دینے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ مقصود ہی یہ ہوتا ہے، یہ بھی درست نہیں۔

تیسری قباحت : تیسری قباحت یہ ہے کہ مغرب کی نماز افطار کی نذر ہو جاتی ہے، اگر کوئی نماز کا اہتمام کرنے والا ہوتا ہے تو وہ بھی وقت گزار کر وہاں ہی پڑھ لیتا ہے۔

چوتھی قباحت : مسجد جانے کا اہتمام نہیں کرتے، کھانے کی خاطر نماز کا چھوڑنا کس قدر محرومی کی بات ہے۔

پانچویں قباحت : اسی طرح اگر افطار پارٹی گھر سے دور ہے تو نمازِ تراویح واپسی کی نذر ہو

جاتی ہے، قرآن کا تراویح میں تسلسل سے سنناره جاتا ہے۔

چھٹی قباحت : چھٹی قباحت یہ ہے کہ کھانے کا اسراف ہوتا ہے جو کہ حرام ہے ایک فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے حرام کا ارتکاب کرنا کوئی دانش مندی نہیں، تو یہ ساری قباحتیں ہیں جو اس رسم میں ہوتی ہیں۔ روزہ افطار کرانے والے مبارک عمل پر جو اجر وثواب شروع میں ذکر کیا گیا وہ تب مرتب ہوتا ہے جب اس میں دو شرائط موجود ہوں۔

ثواب کی شرائط

(۱) اخلاص ہو، یہ تمام خرافات اخلاص کے منافی ہیں۔

(۲) حلال مال سے افطار کرائے، اگر حرام مال سے افطار کرایا گیا تو نہ صرف یہ کہ اپنا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی حرام مال سے افطار کرانے پر الٹا گناہ ہوگا، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الظَّمَاء" (۱)

"کتنے روزے دار ایسے ہیں جن کو ان کے روزے میں
سوائے پیاس اور بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

ظاہر ہے اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو حرام مال سے افطار کرتے اور کراتے ہیں۔

(۱) مسند احمد، سنن الدارمی۔

روزہ افطار کی مسنون دعائیں

(۱) حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ افطار کے وقت یہ دعا ارشاد فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ"(۱)

اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق سے افطار کیا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ افطار کے بعد یہ دعا ارشاد فرمایا کرتے تھے: "ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ "(۲)

پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہوگئیں اور ثواب طے ہو چکا انشاء اللہ تعالیٰ۔

روزہ کا فدیہ

مسئلہ : اگر کسی نے مرتے وقت اپنے اولیاء کو واجب روزوں کی وصیت کی تو اولیاء کو ان روزوں کا فدیہ دینا واجب ہے۔(۳)

مسئلہ : میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔(۴)

مسئلہ : ہر ایک روزے کا فدیہ صدقۃ الفطر کی مقدار کے برابر ہے۔(۵)

وہ بوڑھا آدمی جس کو صحت یاب ہونے اور طاقتور ہونے کی مزید امید نہ ہو اور وہ روزے نہ رکھ سکتا ہو تو اس کی جانب سے ہر روزے کے بدلے میں ایک صدقۃ الفطر یعنی دو کلو گندم کی قیمت ادا کی جائے گی۔

مسئلہ : تندرست آدمی کی جانب سے فدیہ دینا جائز نہ ہوگا بلکہ اس کے ذمے روزوں کی قضا ہی لازم ہے۔

۞۞۞۞۞

---

(۱) ابوداؤد۔ (۲) دار قطنی۔ (۳) صحیح بخاری و مسلم۔

(۴) مصنف عبدالرزاق۔ (۵) ترمذی۔

زکوۃ کے مسائل وآداب اور شرائط

زکوۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے، حالانکہ یہ عبادت بدنیہ میں سے نہیں بلکہ ایک مالی عبادت ہے، چونکہ اسلام کا پہلا رکن توحید ورسالت ہے اور توحید جب مکمل ہوگی جب دل تمام محبتوں سے خالی ہوکر ایک اللہ وحدہ لاشریک کا ہوکر رہ جائے اور مال کی محبت ایک فطری چیز ہے، دل کو اس سے پاک وصاف کرنے کے لئے زکوۃ کا حکم دیا گیا اور اسے اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل کیا گیا۔ قرآن مجید میں بیسیوں مقام پر زکوۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا، جس طرح نماز میں بندہ اللہ کے سامنے اپنے عجز وانکساری کا اظہار کرتا ہے اور اللہ کی نعمتِ بدن کو اس کے سامنے جھکا دیتا ہے اسی طرح زکوۃ میں اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اے اللہ! تیرے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ حصّہ تیرے حکم کے مطابق تیرے راستے میں (فقراء پر) خرچ کرتا ہوں۔

زکوۃ کے دنیاوی فوائد

(۱) زکوۃ کی ادائیگی سے مال کی محبت، حرص، طمع، بخل، دوسروں کو حقیر سمجھنے کے جیسی مہلک روحانی بیماریوں سے نجات ملتی ہے، یہ بیماریاں ایمان کے لئے زہر قاتل کا درجہ رکھتی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے:

"لَایَجْتَمِعُ شُحٌّ وَاِیْمَانٌ فِیْ قَلْبِ عبدٍابداً"[۱]

بخل اور ایمان دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

---

(۱) سنن النسائی۔

(۲) زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں برکت ہوتی ہے، چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

"یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبَاوَ یُرْبِی الصَّدَقَاتُ"(۱)

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور زکوٰۃ اور صدقات کو بڑھاتا ہے (آیت میں صدقات کا لفظ زکوٰۃ عطیات اور نفل صدقات، تمام کو شامل ہے)۔

(۳) فرشتوں کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَامِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْہِ اِلَّامَلَکَانِ یَنْزِلَان فَیَقُوْلُ اَحَدُ ھُمَا: اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفاًوَ یَقُوْلُ الآخَرُ: اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکاًتَلَفاً"(۲)

کہ روزانہ دو فرشتے اترتے ہیں ایک خرچ کرنے والے کے حق میں دعا کرتا ہے کہ "اے اللہ! جو شخص تیرے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کر رہا ہے اس کو اور زیادہ عطا فرمایئے" اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے: "اے اللہ! جو اپنے مال کو روک رہا ہے اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کے مال کو تباہ اور برباد کر دیجئے"

اموال تجارت

(۱) سونا جب کہ ساڑھے سات تولہ ہو۔

(۲) چاندی جبکہ ساڑھے باون تولہ ہو۔

(۳) نقدی روپیہ پیسہ جبکہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو۔

(۴) سامان تجارت جبکہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر اس کی مالیت ہو، ان تمام چیزوں پر جب سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہے۔(۳)

---

(۱) سورۃ البقرہ۔ (۳) احسن الفتاویٰ ص ۲۶۴ ج ۴۔

(۲) رواہ البخاری و مسلم۔

مسئلہ : اگر کسی کے پاس سونا ساڑھے سات تولہ سے کم ہو مثلاً دو تولہ ہو یا ڈیڑھ تولہ اور ساتھ کچھ تھوری بہت نقدی ہو خواہ سو روپیہ ہی کیوں نہ ہوں تو دو تولہ یا ڈیڑھ تولہ کی قیمت لگائے اور سو روپے اس میں جمع کر کے اگر یہ مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے تو سال گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔[1]

اموال تجارت پر زکوٰۃ اور اس کی قیمت کی تعیین کا طریقہ

"عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُنَا اَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِیْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ"[2]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم کو حکم تھا کہ ہر اس چیز میں سے زکوٰۃ نکالیں جو ہم نے خرید و فروخت (یعنی تجارت) کے لئے مہیا کی ہو۔

فائدہ : اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آدمی جس مال کی بھی تجارت اور سوداگری کرے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"مَنِ اسْتَفَادَ مَالاً فَلاَ زَكٰوةَ فِيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ"[3]

جس کسی کو کسی راہ سے مال حاصل ہو تو اس پر اس کی زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوگی جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سامان تجارت پر سال کا گزرنا شرط ہے، اب سامان تجارت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً کسی دکان میں جو سامان برائے فروخت رکھا

---

(۱) ھدایہ اول، رد المختار ص ۳۰۳ ج ۲، شرح التنویر۔

(۲) ابوداؤد۔ (۳) ترمذی۔

ہوا ہے اس کے اسٹاک پر زکوٰۃ واجب ہے، جبکہ دوکان کی عمارت پر زکوٰۃ نہیں ہے البتہ اسٹاک کی قیمت لگاتے ہوئے اس بات کی گنجائش ہے کہ آدمی زکوٰۃ نکالتے وقت یہ حساب لگائے کہ اگر میں پورا اسٹاک اکٹھا فروخت کروں تو بازار میں اس کی کیا قیمت لگے گی۔ وہ قیمت نکال کر پھر اس کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ میں نکالنا ہوگا، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ عام ''ہول سیل قیمت'' سے حساب لگا کر اس پر زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ (۱)

ہر ہر روپے پر سال گزرنا ضروری نہیں

پھر اس نصاب پر ایک سال گزرنا چاہئے، یعنی ایک سال تک اگر کوئی شخص صاحب نصاب رہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس بارے میں عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ہر روپے پر مستقل پورا سال گزرے تب اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، یہ بات درست نہیں، بلکہ جب ایک مرتبہ سال کے شروع میں ایک شخص صاحب نصاب بن جائے مثلاً فرض کریں کہ یکم رمضان کو اگر کوئی شخص صاحب نصاب بن گیا پھر آئندہ سال جب یکم رمضان آیا تو اس وقت بھی وہ صاحب نصاب ہے تو ایسے شخص کو صاحب نصاب سمجھا جائے گا درمیان سال میں جو رقم آتی جاتی رہی اس کا کوئی اعتبار نہیں، بس یکم رمضان کو دیکھ لو کہ آپ کے پاس کتنی رقم موجود ہے، اس رقم پر زکوٰۃ نکالی جائے گی، چاہے اس میں سے کچھ رقم صرف ایک دن پہلے ہی کیوں نہ آئی ہو اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ (۲)

کارخانے کی کن کن اشیا پر زکوٰۃ ہے؟

اگر کوئی شخص فیکٹری کا مالک ہے تو اس فیکٹری میں جو تیار شدہ مال ہے اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے، اسی طرح جو مال تیاری کے مختلف مراحل میں ہے یا خام مال کی شکل میں ہے اس پر بھی

---

(۱) اصلاحی خطبات۔

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل، ص ۳۶۸ ج ۳، بدائع الصنائع ص ۱۴ ج ۲، عالمگیریہ ص ۱۷۱ ج ۲، فتح القدیر ص ۱۶۸ ج ۲۔

زکوۃ واجب ہے، البتہ فیکٹری کی مشینری، بلڈنگ، گاڑیوں وغیرہ پر زکوۃ واجب نہیں۔ (۱)

مال تجارت میں کیا کیا داخل ہے؟

مال تجارت میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کو آدمی نے بیچنے کی غرض سے خریدا ہو اور اس کی خرید وفروخت اسلام میں جائز بھی ہو۔

(۱) **پلاٹ وغیرہ پر زکوۃ :** اگر کسی شخص نے کوئی پلاٹ خریدا یا زمین خریدی یا کوئی مکان خریدا یا گاڑی خریدی اور اس مقصد سے خریدی کہ اس کو بیچ کر نفع کماؤں گا تو یہ سب چیزیں مال تجارت میں داخل ہیں، سال گذرنے پر زکوۃ واجب ہوگی۔ (۲)

(۲) بہت سے لوگ وہ ہوتے ہیں جو منافع کی غرض سے پلاٹ خرید لیتے ہیں اور شروع ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ جب اس پر اچھے پیسے ملیں گے تو اس کو فروخت کر دوں گا اور فروخت کر کے اس سے نفع کماؤں گا، تو اس پلاٹ کی مالیت پر بھی زکوۃ واجب ہے۔ (۳)

(۳) **پلاٹ خریدتے وقت کوئی نیت نہیں کی تو زکوۃ واجب نہ ہوگی:** اگر پلاٹ اس نیت سے خریدا کہ اگر موقع ہوا تو اس پر رہائش کے لئے مکان بنالیں گے، یا موقع ہوگا تو اس کو کرائے پر دے دیں گے یا کبھی موقع ہوگا تو اس کو فروخت کر دیں گے، کوئی ایک واضح نیت نہیں ہے تو اس صورت میں اس پلاٹ پر زکوۃ واجب نہیں ہے، لہٰذا زکوۃ صرف اس صورت میں واجب ہوتی ہے جب خریدتے وقت ہی اس کو دوبارہ فروخت کرنے کی نیت ہو، یہاں تک کہ اگر پلاٹ خریدتے وقت شروع میں یہ نیت تھی کہ اس پر مکان بنا کر رہائش اختیار کریں گے، بعد میں ارادہ بدل گیا اور یہ ارادہ کرلیا کہ اب اس کو فروخت کر کے پیسے حاصل کرلیں گے تو محض نیت اور ارادے کی تبدیلی سے فرق نہیں پڑتا، جب تک آپ اس پلاٹ کو واقعۃً فروخت نہیں کر دیں گے اور اس کے پیسے

---

(۱) آپکے مسائل اور انُ کا حل، ص۳۶۲ ج ۳، عالمگیریہ ص ۱۷۲ ج ۱۔

(۲) أحسن الفتاوی ص ۳۰۵ ج ۴۔ (۳) أحسن الفتاوی ص ۳۰۵ ج ۴۔

آپ کے پاس نہیں آجائیں گے اس وقت تک اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۱)

کون سی قیمت معتبر ہوگی؟

مالیت اس دن کی معتبر ہوگی جس دن آپ زکوۃ کا حساب کر رہے ہیں مثلاً ایک پلاٹ آپ نے ایک لاکھ روپے میں خریدا تھا اور آج اس پلاٹ کی قیمت دس لاکھ ہوگئی، اب دس لاکھ پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ نکالی جائے گی، ایک لاکھ پر نہیں نکالی جائے گی، سامانِ تجارت میں قیمتِ فروخت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ قیمتِ خرید کا، یعنی تاجرانہ قیمت کا اعتبار نہیں بلکہ بازار میں عام گاہکوں کو جس قیمت پر چیز مہیا کی جاتی ہے وہ قیمت لگائی جائے گی اور قیمت اس جگہ کی معتبر ہے جہاں پر مال ہے۔

مستحق زکوۃ کون ہیں؟

زکوۃ کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان موجود نہ ہو لہٰذا اگر کسی کے گھر میں ضرورت سے زائد سامان مثلاً ٹیلیویژن، ڈش، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ اور استعمال نہ ہونے والے برتن اور ایسا فرنیچر جو سارا سال استعمال نہ ہو اور ان کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت (تقریباً ۵۰ ہزار روپے) کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی، اس طرح بیوہ اور یتیم وغیرہ کی ملکیت میں بھی اگر مذکورہ اشیاء ہوں اور ان کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مقدار کو پہنچ جائے تو ان کو بھی زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔ (۲)

---

(۱) ھدایۃ جلد اول ص ۲۰۳، عالمگیریہ جلد اول ص ۱۹۰، احسن الفتاوی ص ۲۶۰ ج ۴، احسن الفتاوی ص ۳۰۵ ج ۴۔

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل۔

کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں صرف دو رشتے ایسے ہیں جن کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی، ایک ولادت کا رشتہ ہے لہٰذا باپ بیٹے، بیٹی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور بیٹا، بیٹی باپ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے اسی طرح ماں بیٹے، بیٹی کو، بیٹا، بیٹی ماں کو، دادا، دادی پوتے، پوتی کو اور نانا، نانی نواسے نواسی کو نہیں دے سکتے، دوسرا نکاح کا رشتہ ہے لہٰذا شوہر بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ ان کے علاوہ باقی تمام رشتوں میں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ مثلاً: بھائی، بہن، چچا، خالہ، پھوپھی اور ماموں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، البتہ یہ ضرور دیکھ لیں کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں اور صاحب نصاب نہ ہوں۔ (۱)

بیوہ اور یتیم کو زکوٰۃ دینے کا حکم

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی خاتون بیوہ ہے تو اس کو زکوٰۃ ضرور دینی چاہئے حالانکہ یہاں بھی شرط یہ ہے کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہو اور صاحب نصاب نہ ہو، اگر بیوہ مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کی مدد کرنا بڑی اچھی بات ہے لیکن اگر ایک خاتون بیوہ ہے اور مستحق زکوٰۃ نہیں ہے تو محض بیوہ ہونے کی وجہ سے مصرف زکوٰۃ نہیں بن سکتی، اسی طرح یتیم کو زکوٰۃ دینا اور اس کی مدد کرنا بہت اچھی بات ہے لیکن یہ دیکھ کر زکوٰۃ دینی چاہئے کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہو لیکن اگر کوئی یتیم ہے مگر وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ صاحب نصاب ہے تو یتیم ہونے کے باوجود اس کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ (۲)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے آداب

(۱) ادائیگی میں جس قدر جلدی ہو سکے، کی جائے۔ (۳)

---

(۱) آپکے مسائل اور انُ کا حل، ھدایۃ جلد اول، عالمگیریہ، ردالمختار۔

(۲) آپکے مسائل اور ان کا حل، ردالمختار ص۳۴۳ ج ۲۔ (۳) فتح القدیر ص۱۱۴ ج ۲۔

(۲) جہاں اعلانیہ ادا کرنے سے لوگوں کو ترغیب ہوتی ہو وہاں اعلانیہ دے اور جہاں ریا کاری کا شائبہ ہو وہاں پوشیدہ طور پر ادا کرے۔

(۳) اپنے دیئے ہوئے عطیے کو گھٹیا اور کم سمجھے، اگر بڑا سمجھے گا تو تکبر میں مبتلا ہوگا جو کہ ایمان کے منافی ہے۔

(۴) اپنے مال میں سے عمدہ اور پسندیدہ مال کو خرچ کرے، اس قدر گھٹیا مال نہ خرچ کرے کہ اگر اس طرح کی چیز کوئی اِس کو کوئی دوسرا دے تو اسے لینے میں تر دد ہو۔ (۱)

(۵) احسان جتلا کر اور فقیر کی تحقیر کر کے ثواب کو ضائع نہ کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تُبْطِلُواْ صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالأذَى كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاء النَّاسِ وَلاَ يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْداً لاَّ يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُواْ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ" (۲)

مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذاء دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھانے کیلئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اُس (کے مال) کی مثال اُس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اُس پر زور کی بارش برس کر اُسے صاف کر ڈالے (اسی طرح) یہ (ریا کار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اس آیت میں سائل کو ایذاء دینے کو عمل کا باطل ہونا بتلایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے

---

(۱) سورہ بقرۃ۔

(۲) سورہ بقرۃ آیت نمبر ۲۶۴۔

کہ جب آپ کے پاس دینے کی استطاعت نہ ہو، سائل کے جواب میں کوئی معقول ومناسب عذر پیش کر دینا، اور اگر نہ دینے پر یا کم دینے پر سائل بدتمیزی سے غصہ دلا دے تو اسے درگذر کرنا ہزار درجے بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے بعد اسکو ایذاء پہچائی جائے، کیونکہ وہ خیرات باطل اور کالعدم ہو جاتی ہے۔

احسان جتلانے کا معنیٰ؟

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا، احسان جتلانے کے کیا معنیٰ ہے؟ انھوں نے فرمایا:

''جس کو زکوۃ دی ہے بار بار اس کے سامنے اسکا تذکرہ کرے یا اسکے بدلے میں اس سے کسی قسم کی خدمت لے، یا فقیر کے سامنے اپنی بڑائی جتلائے، اور فقیر کی تحقیر یہ ہے کہ اس کو سوال کرنے پر ڈانٹے۔''

فقیر کا مالدار پر احسان

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت بندے کے دل میں صدقہ یا زکوۃ دیتے وقت یہ دو بیماریاں "احسان جتلانا اور تذلیل وتحقیر کرنا" اس لئے پیدا ہو جاتی ہیں کہ بندہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں جس کو زکوۃ دے رہا ہوں، اس پر احسان کر رہا ہوں، حالانکہ زکوۃ لینے والا دینے والے پر احسان کر رہا ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے صدقے کو قبول کرنے کے نتیجے میں دینے والا اجر وثواب کا مستحق بنتا ہے، اسکی مثال ایسی ہے جس طرح کسی پر دوسرے کا قرض ہو، یہ مقروض اپنے قرض کی ادائیگی کیلئے کسی کو وکیل بناتا ہے اور اسے رقم دیکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کا

یہ قرض دینا ہے آپ جا کر دے آؤ، وکیل کا مقروض پر احسان ہوگا کہ یہ قرض اصل آدمی تک پہنچ جائے اور مقروض کو بری الذمہ کرے، اس طرح صاحب نصاب آدمی گویا کہ اللہ کا مقروض ہے اسے یہ مال اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہی ہے، اب اللہ کو تو مال کی ضرورت نہیں، یہ فقیر اللہ کی طرف سے وکیل بن کر اپنے اوپر خرچ کرتا ہے، اور صاحب نصاب کو قرض سے بری کرتا ہے، لہٰذا اگر زکوٰۃ وصدقہ دیتے وقت تین باتوں کا خیال رکھے تو انشاء اللہ احسان جتلانے اور تحقیر کرنے جیسے ایمان کے مہلک امراض کبھی دل میں پیدا نہ ہوں گے۔

(۱) یہ سوچے کہ مال تو اللہ کو راضی کرنے کیلئے خرچ کر رہا ہوں فقیر تو محض اس رضا کے حصول کا واسطہ ہے۔

(۲) مال فقیر کو دینے سے میرا ہی دل بخل سے پاک ہوگا۔

(۳) مال خرچ کرنے سے مال جو اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے اس کا شکر ادا ہوگا، اور شکر کی ادائیگی سے مال کی نعمت میں اضافہ ہوگا۔[۱]

صدقہ وزکوٰۃ کے قبول ہونے کے لئے شرائط

(۱) مال حلال ہو کیونکہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

"لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطيب"[۲]

اللہ تعالیٰ پاک اور حلال مال کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں فرماتے۔

(۲) خرچ کرنے والا خرچ کرنے کے اصول یعنی اخلاص سے خرچ کرے۔

(۳) زکوٰۃ وصدقہ مستحق کو دے، ان تینوں شرطوں کو بیان کرنے کے لئے کسان اور کھیتی کی مثال

---

(۱) احیاء العلوم۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۷، باب فضل الصدقۃ۔

کو ذکر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:

"مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ
حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ
وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ"

جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیاں اُگائے (اور) ہر بال میں سو دانے ہوں، اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ اخلاص سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے کے عمل کو کسان کے عمل اور کھیتی کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح کسان جب دانہ زمین میں ڈالتا ہے تو تین باتوں کا ہونا لازمی ہوتا ہے:

(۱) دانہ صحیح ہو خراب نہ ہو (۲) کسان کاشت کاری کا طریقہ جانتا ہو (۳) زمین قابلِ کاشت ہو۔

اسی طرح مال اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ مال حلال ہو جس طرح خراب دانے سے بیج نہیں اگتا اسی طرح حرام مال سے ثواب ثابت نہیں ہوتا، جس طرح کسان کاشتکاری کے اصول سے ناواقف ہو تو سارا سرمایہ ضائع کر دیتا ہے اسی طرح اگر خرچ کرنے والا اخلاص سے خالی ہو تو سارا ثواب برباد کر دیگا، اور زمین قابلِ کاشت نہ ہو تو بیج برباد ہو جانا یقینی ہوتا ہے اسی طرح اگر زکوۃ کا مصرف صحیح نہ ہو تو بھی ثواب ضائع ہو جائے گا۔ (۱)

۞۞۞۞۞

---

(۱) احیاء العلوم باب الذکوۃ۔

زکوٰۃ وصدقات اور خاندانِ نبوّت

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ ھٰذِہِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا ھِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَ اِنَّھَالَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَ لَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ"(۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ صدقات (زکوٰۃ) لوگوں کے مال ودولت کا میل کچیل ہیں اور وہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں زکوٰۃ کو میل کچیل اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ جس طرح میل کچیل نکل جانے کے بعد ظاہری نظر میں صاف ہوجاتا ہے اسی طرح زکوٰۃ نکلنے کے بعد باقی مال عنداللہ اور باطنی نظر میں پاک ہوجاتا ہے، اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے مالِ زکوٰۃ کے استعمال سے پرہیز ہی کیا جائے، اسی بناپر رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے لئے اور قیامت تک کے واسطے اپنے اہلِ خاندان بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ کے لینے کو ناجائز قرار دے دیالہذا سادات کیلئے زکوۃ لینا جائز نہیں خواہ وہ کتنے ہی غریب کیوں نہ ہوں، اسی طرح صدقہ فطر، فدیہ، کفاروں کی رقم اور نذر مانا ہوامال سید کونہیں دیا جائے گا، البتہ نفل صدقات سے سادات کے ساتھ بھرپور تعاون کرنا چاہیے بڑا اجر ہے۔

سادات یہ ہیں

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ (۲) حضرت حارث بن عبدالمطلب کی اولاد۔
(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ (۴) حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ (۵) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد۔

جس آدمی کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے ان بزرگوار ہستیوں میں سے کسی سے بھی ملتا ہو وہ زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔

اعتکاف

اعتکاف کے معنی ٹھہرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف ثواب کی نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

اعتکاف کی تین اقسام ہیں:

(۱) مستحب اعتکاف

جب بھی آدمی مسجد میں جائے تو یہ نیت کرلے کہ جب تک میں اس مسجد میں ہوں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں، اس اعتکاف کے وقت کی کوئی پابندی نہیں ایک منٹ کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔

(۲) واجب اعتکاف

یہ نذر ماننے کی وجہ سے لازم آتا ہے مثلاً: کوئی آدمی یہ نذر مان لے کہ میرا یہ کام ہوگیا تو میں اتنے دن کا اعتکاف کرونگا اس کی مدت کم از کم ایک دن ہے اسکے لئے روزہ شرط ہے۔

(۳) سنت علی الکفایہ

یہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف ہے اگر محلے کے چند آدمی اسکو ادا کرلیں تو سب کی جانب سے ادا ہوجائے گا اور کوئی نہ کرے تو سب گناہ گار ہونگے، اس اعتکاف میں اللہ کا بندہ سب سے کٹ کے اور سب سے ہٹ کر اپنے مالک و مولا کے آستانے پر اور گویا اسی کے قدموں میں پڑ جاتا ہے، اس کو یاد کرتا ہے، اسی کے دھیان میں رہتا ہے، اس کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے اس کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہے، اپنے گناہوں اور قصوروں پر روتا ہے اور رحیم و کریم مالک سے رحمت و مغفرت مانگتا ہے، اس کی رضا اور اس کا قرب چاہتا ہے، اسی حال میں اس کے

دن گزرتے ہیں اوراسی حال میں اس کی راتیں......ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی بندے کی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ اہتمام سے ہر سال رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے تھے بلکہ ایک سال کسی وجہ سے رہ گیا تو اگلے سال آپ نے دوعشروں کا اعتکاف فرمایا۔

خواتین کا اعتکاف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ کا یہ معمول رہا، آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔ (۱)

ازواج مطہرات اپنے حجروں میں اعتکاف فرماتی تھیں اور خواتین کے لئے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انہوں نے نماز پڑھنے کی مقرر کر رکھی ہو، اگر گھر میں نماز کی کوئی خاص جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف کرنے والی خواتین کو ایسی جگہ مقرر کر لینی چاہیے۔

اعتکاف کی پابندیاں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرمایا کہ:

معتکف کے لئے شرعی دستور اور ضابطہ یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کو جائے، نہ نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے باہر نکلے، نہ عورت سے صحبت کرے، نہ بوس و کنار کرے اور اپنی ضرورتوں کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے سوائے ان حوائج کے جو بالکل ناگزیر ہیں (جیسے پیشاب، پاخانہ وغیرہ) اور اعتکاف (روزہ کے ساتھ ہونا چاہیے) بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں اور مسجد جامع میں ہونا چاہیے، اس کے سوا نہیں۔ (۲)

---

(۱) صحیح بخاری و صحیح مسلم۔

(۲) سنن ابی داؤد۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ (اعتکاف کی وجہ سے مسجد میں مقید ہو جانے کی وجہ سے) گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کا نیکیوں کا حساب ساری نیکیاں کرنے والے بندوں کی طرف جاری رہتا ہے اور نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے۔ (۱)

اعتکاف کے مسائل

مسئلہ : معتکف کو بلا ضرورت شرعیہ وطبعیہ اپنی اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، نہ رات میں نہ دن میں، ہر وقت اعتکاف گاہ میں رہے۔ (۲)

مسئلہ : معتکف ایک منٹ کے لئے بھی بلا ضرورت شرعیہ وطبعیہ اعتکاف گاہ سے باہر نکل جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (۳)

مسئلہ : بلا ضرورت شرعی وطبعی خواہ جان کر نکلے یا بھول کر ہر حال میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴)

مسئلہ : معتکف کے متعلقین میں سے کوئی سخت بیمار ہو جائے یا کسی کی وفات ہو جائے تو معتکف کے چلے جانے سے اعتکاف قائم نہ رہے گا لیکن ایسی حالت میں چلے جانے سے گناہ نہیں ہوگا بلکہ اگر مریض کا سوائے اس معتکف کے کوئی اور تیماردار نہیں، مریض کو بہت تکلیف ہے، جان کا خطرہ ہو جائے تو معتکف کو چلے ہی جانا چاہیے، بعد میں اس کی قضا کر لے۔ اس طرح مثلاً: میت ہوگئی اور غسل، کفن و دفن کا انتظام کرنے والا اور کوئی نہیں ہے تب بھی اعتکاف میں سے اٹھ کر چلے جانا چاہیے، پھر بعد میں قضا کر لے۔ (۵)

مسئلہ : معتکف خود سخت بیمار ہو جائے جس سے مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہو تو معتکف گھر جا سکتا ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ۔ (۵) بحر الرائق۔
(۲)(۳)(۴) عالمگیری۔

اس طرح چلے جانے سے اعتکاف تو ٹوٹ جائے گا، لیکن گناہ گار نہ ہوگا۔ (۱)

مسئلہ : معتکف میت کو اپنی جان یا مال کا قوی خطرہ ہو جائے یا گھر میں کسی کی جان، مال، آبرو کا واقعی خطرہ پیدا ہو جائے جس کے دفع کرنے پر بحالتِ اعتکاف قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں گھر چلا جائے، گناہ گار نہ ہوگا لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (۲)

مسئلہ : معتکف اعتکاف بھول گیا اسے خیال ہی نہ رہا کہ میں اعتکاف میں ہوں اور مسجد سے باہر آ گیا خواہ فوراً اعتکاف یاد آ گیا یا کچھ دیر کے بعد تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ گناہ گار نہ ہوگا۔ (۳)

مسئلہ : معتکف گرمی سے بچنے کے لئے یا سردیوں میں دھوپ لینے کے لئے مسجد کی حد سے باہر چلا جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (۴)

مسئلہ : معتکف کو کھانا منگوانے کا انتظام کر لینا چاہیے خواہ گھر سے کوئی لے آیا کرے یا ہوٹل والے کو کہہ دے اس کا ملازم وقت پر پہنچا دیا کرے، جب انتظام ہو جائے تو معتکف کو خود کھانا لینے کے لئے باہر جانا جائز نہیں اگر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (۵)

مسئلہ : معتکف کو سخت پیاس لگ رہی ہے، مسجد میں پانی نہیں ہے، نہ کوئی لا کر دینے والا ہے تو خود مسجد سے باہر جہاں پانی جلدی ملتا ہو جا کر لا سکتا ہے، اگر پانی کا برتن نہ ہو تو ایسی جگہ سے پانی پی کر بھی جلدی واپس آ سکتا ہے، گرمیوں میں کبھی سحری کے وقت ایسی صورت معتکف کو پیش آ جاتی ہے۔ (۶)

مسئلہ : معتکف دن میں قصداً روزہ توڑ دے تو روزہ فاسد ہونے کے ساتھ اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے لیکن بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو اعتکاف بھی نہ ٹوٹے گا۔ (۷)

مسئلہ : معتکف دوائی لینے کے لئے باہر جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، دوائی کسی دوسرے

---

(۱)(۲)(۴)(۵)(۶)(۷) بحر الرائق۔

(۳) قاضی خان۔

آدمی سے منگوانی چاہیے، ڈاکٹر کو دکھانا ہو تو مسجد میں بلالے۔ (۱)

مسئلہ : معتکف کو احتلام ہو جائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا خواہ کتنی بار ہو دن کو ہو یا رات کو۔ (۲)

مسئلہ : صحن مسجد کے علاوہ جتنی جگہ مسجد کی دوسری ضرورتوں کے لئے مقرر کی ہوئی ہے مثلاً: وضو کرنے کی جگہ، وضو کی ٹونٹیاں، نالیاں، وضو کے لئے بیٹھنے کی جگہ، غسل خانے، امام و مؤذن کا حجرہ، جنازہ گاہ، اسی طرح تہہ خانے، بچوں کی تعلیم گاہ مسجد کا صدر دروازہ یا کوئی دوسرا دروازہ جہاں تک جوتے پہنے جاتے ہیں، ان مذکورہ جگہوں میں جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (۳)

مسئلہ : گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کے واسطے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے۔ (۴)

مسئلہ : غسلِ جمعہ کے لئے بھی معتکف کو مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے البتہ جمعہ سے قبل ضرورتِ شرعیہ وطبعیہ مثلاً: جمعہ پڑھنے یا پیشاب پاخانے کے لئے باہر گیا تو واپسی میں غسلِ جمعہ کرسکتا ہے، جلدی سے غسل سے فارغ ہو کر مسجد میں آجائے کیونکہ غسلِ جمعہ مسنون اور عبادت ہے اور ایسی صورت میں ہر عبادت ادا کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ : اعتکاف مسنون میں جس روز اعتکاف فاسد کیا ہے، اسی ایک دن کی قضاء واجب ہوتی ہے، پھر اگر رمضان کے ابھی کچھ ایام باقی ہیں ان میں اس کی قضا کی نیت کر کے اعتکاف کر لے تو بھی درست ہے، یا عید الفطر کے بعد روزے کے ساتھ اس ایک دن کا اعتکاف کر لے، ورنہ جب موقع ہو ایک نفلی روزہ رکھ کر اس ایک دن کے اعتکاف کی قضا کرے۔ (۵)

۞۞۞۞۞

---

(۱) اعتکاف کے فضائل و مسائل۔ (۲) عالمگیری۔ (۳) بدائع۔
(۴) امداد الفتاویٰ۔ (۵) ردالمختار۔

لیلۃ القدر

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾

''إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (١) وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (٢) لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (٣) تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ (٤) سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (٥)''

ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں رُوح الامین اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لئے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں یہ (رات) طلوعِ صبح تک (امان اور) سلامتی ہے۔

''شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ہزار مہینے تک اعمال صالحہ میں مشغول رہے جن میں شب قدر نہ ہو اور کوئی شخص شبِ قدر میں عبادت میں مشغول رہے تو اسکا یہ عمل ہزار ماہ اعمال صالحہ میں لگے رہنے والے شخص سے افضل ہوگا۔

اس امت کی عمر کم اور ثواب زیادہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو فی سبیل اللہ ہزار ماہ تک اپنے کاندھے پر جہاد کے لئے ہتھیار اٹھائے رہا، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند آئی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا

کہ اے پروردگار! آپ نے میری امت کو دوسری امتوں کے مقابلے میں عمریں کم دی ہیں اور عمریں کم ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال بھی کم ہیں (ان کے لئے بھی زیادہ ثواب کی کوئی سبیل ہونی چاہیے)، اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر شب قدر نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' (۱)

لیلۃ القدر کی عبادت ۸۳ سال ۴ ماہ کے برابر ہے

ہزار مہینے ۸۳ سال اور ۴ مہینے ہوتے ہیں پھر شب قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا، کس قدر بہتر ہے، اسکا علم اللہ ہی کو ہے۔ مومن بندوں کے لئے شب قدر بہت خیر و برکت کی چیز ہے، ایک رات جاگ کر عبادت کر لیں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کا ثواب پالیں اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اسی لئے تو حدیث شریف میں فرمایا:

''مَنْ حَرَّمَهَا فَقَدْحَرَّمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يَحْرُمُ خَيْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ''(۲)

جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا، (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہو گیا اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔

لیلۃ القدر کی عبادت پر گناہوں کی معافی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَن قام ليلة القدر ايماناً و احتساباً غفر له ما تقدّم من ذنبه''(۳)

جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے شب قدر میں قیام کیا یعنی نماز پڑھتا رہا اسکے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

---

(۱) معالم التنزیل صفحہ ۵۱۳ ج ۴۔ (۲) ابن ماجہ۔

قیام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں کھڑا رہے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے عبادت میں مشغول نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے عبادت میں لگا رہے۔ علماء کرام نے فرمایا کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر بد دلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے، ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اسکا انہماک زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

گناہِ کبیرہ توبہ سے ہی معاف ہوگا

نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیثِ بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت زیادہ سرزد ہوتے ہیں، عبادت کا ثواب ملے اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفع عظیم ہے۔

لڑائی جھگڑے کا اثر

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اس لئے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرما دیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شبِ قدر کی اطلاع دوں مگر فلاں فلاں آدمیوں میں

جھگڑا ہو رہا تھا جسکی وجہ سے اسکی تعیین میرے ذہن سے اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ (۱)

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر برا عمل ہے کہ اسکی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم ﷺ کے قلب مبارک سے شب قدر کی تعیین اٹھالی، یعنی کس رات کو شب قدر ہے مخصوص کر کے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اٹھالیا گیا اگر چہ بعض وجوہ سے اس میں بھی امت کا فائدہ ہو گیا، جیسا کہ انشاء اللہ ہم ابھی ذکر کریں گے لیکن سبب آپس کا جھگڑا بن گیا جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمت کا پتہ چلا کہ جھگڑا کس قدر منحوس ہے کہ اس کی وجہ سے رحمتوں سے محرومی ہو جاتی ہے۔

لیلۃ القدر کو لیلۃ القدر کیوں کہتے ہیں؟

لیلۃ القدر اس نام سے کیوں موسوم کی گئی؟ اس کے بارے میں بعض حضرات نے تو یہ فرمایا ہے کہ چونکہ اس رات میں عبادت گزاروں کا شرف بڑھتا ہے (اور اللہ تعالی کے یہاں ان کے اعمال کی قدر دانی بہت زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے شب قدر کہا گیا)۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ چونکہ اس رات میں تمام مخلوقات کا نوشتہ آئندہ سال کے اسی رات کے آنے تک ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لئے مامور ہیں اس لئے اس کو لیلۃ القدر کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس میں ہر انسان کی عمر اور مال، رزق اور بارش وغیرہ کی مقادیر مقررہ فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہے۔

بعض علماء نے یہ وجہ بھی لکھی کہ قَدَرَ کے معنی تنگی کے ہیں اس رات میں چونکہ آسمان سے اتنی کثرت سے فرشتے اترتے ہیں کہ زمین تنگ پڑ جاتی ہے۔

---

(۱) رواہ البخاری۔

فائدہ : چونکہ شب قدر رات میں ہوتی ہے اس لئے اختلاف مطالع کے اعتبار سے مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف اوقات میں ہو تو اس سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا کیونکہ بمشیت الٰہی ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر ہوگی وہاں اس رات کی برکات حاصل ہوں گی۔
فائدہ : جس قدر ممکن ہو سکے شب قدر کو عبادت میں گزارے، کچھ بھی نہیں تو کم از کم مغرب اور عشاء اور فجر کی نماز تو جماعت سے پڑھ ہی لے اسکا بھی بہت زیادہ ثواب ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لی گویا اس نے آدھی رات نماز میں قیام کیا اور جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھ لی گویا اس نے پوری رات نماز پڑھ لی۔"(۱)

لیلۃ القدر پوشیدہ رکھنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی کو تمام اطاعات میں پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ ساری اطاعتوں میں لگ جائیں اور اپنی ناراضگی کو تمام نافرمانیوں میں پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ تمام نافرمانیوں سے بچ سکیں، اپنے اولیاء کو لوگوں میں پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ کسی کو حقارت سے نہ دیکھیں، موت کے وقت کو پوشیدہ رکھا تا کہ بندہ ڈرتا رہے۔
(۱) لیلۃ القدر کو بھی اسی لئے پوشیدہ رکھا تا کہ تمام رمضان کی راتوں میں بندے کوشش کریں۔
(۲) اگر یہ بابرکت رات متعین کر دی جاتی تو اس رات میں جاننے کے باوجود اگر کوئی نافرمانی میں لگ جاتا تو دہرا گناہ ہوتا۔
(۳) اس رات کو پوشیدہ رکھنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ لوگ اس کی تلاش میں خوب محنت

---

(۱) رواہ مسلم ص ۲۳۲ ج۔

کریں تاکہ محنت کرنے کا بھی ثواب ملے اور پالینے کا ثواب بھی ملے۔(۱)

لیلۃ القدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا قَالَتْ ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : تَحَرَّوْ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ فِیْ الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ [۲] (۲)مسلم:۱/۳۶۹۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِلْتَمِسُوْھَا یَعْنِیْ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ فِیْ تِسْعٍ یَبْقِیْنَ اَوْفِیْ خَمْسٍ اَوْ ثَلٰثٍ اَوْ آخِرِ اللَّیْلَۃ [۳] (۳)جامع ترمذی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ شب قدر کو آخری عشرے کی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں راتوں میں سے کسی رات میں تلاش کرو۔

---

(۱)تفسیر کبیر ص۲۹ ج۳۲۔ (۳)جامع ترمذی۔

(۲)مسلم:۱/۳۶۹۔

لیلۃ القدر کی خاص دعا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے بتایئے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات شبِ قدر ہے تو میں اس رات اللہ سے کیا عرض کروں اور کیا دعا مانگوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ عرض کرو:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ"(۱)

"اے میرے اللہ! تو معاف فرمانے والا اور بڑا کرم فرمانے والا ہے
اور معاف کر دینا تجھے پسند ہے پس تو میری خطائیں معاف فرمادے"

تشریح:

اس حدیث کی بنا پر اللہ کے بہت سے بندوں کا یہ معمول ہے کہ وہ ہر رات میں یہ دعا خصوصیت سے کرتے ہیں، اور رمضان مبارک کی راتوں میں اور ان میں سے بھی خاص کر آخری عشرے کی طاق راتوں میں اس دعا کا اور بھی زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔

---

(۱) مشکوٰۃ۔

صدقۃ الفطر

"عَنِ ابْنِ عَباسٍ،قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :زَكوٰةُ الفِطْرِ طُهْرًا لِلصيامِ مِنَ اللَّغْوِ وَ الرَّفَثِ وَ طَعْمَةً لِلْمَسَا كِيْنَ"(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر کو ضروری قرار دیا جو روزہ داروں کے لئے لغو اور بے حیائی کی باتوں سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اور مسکینوں کے لئے کھانے کا انتظام ہے۔

جو شخص اسے عید کی نماز سے پہلے ادا کردے تو یہ روزوں کی پاکیزگی کا ذریعہ بنے گا اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا ہے کہ صدقہ فطر واجب ہونے کے دو مقاصد ہیں:

(۱) روزہ کی کوتاہیوں کی تلافی۔

(۲) امت کے مسکینوں کے لئے عید کے دن رزق کا انتظام، تاکہ وہ بھی اس روز لوگوں کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں، اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اس دن مسکینوں پر اتنا خرچ کرو کہ وہ سوال سے بے نیاز ہوجائیں۔

اب یہ دونوں مقاصد جب ہی حاصل ہوسکتے ہیں کہ ہم صدقۃ الفطر میں بخل سے کام نہ لیں بلکہ دل کھول کر اسے ادا کریں۔

---

(۱) ابوداؤد۔

صدقۃ الفطر کی مقدار

"عن ابن عباس ،قال فی آخر رمضان ،أَخْرِجُوْا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعاً مِنتَمْرٍ اَوْ شعیر اَوْنِصْفَ صَاعٍ مِنْ قُمْحٍ عَلٰی كُلِّ حُرٍ اَوْ مَمْلُوْكٍ ذِكْرٍ اَوْ اُنْثٰی صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ"[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رمضان کے آخر میں لوگوں سے فرمایا: تم لوگ اپنے روزے کا صدقہ نکالو اور یہ مقدار رسول اللہ ﷺ نے کھجور اور جَو سے ایک صاع اور گندم سے آدھا صاع، ہر آزاد، غلام، چھوٹے اور بڑے کی جانب سے مقرر فرمائی ہے ایک دوسری روایت میں کشمش سے ایک صاع دینے کا تذکرہ بھی ہے۔

لہٰذا کل ۴ اشیاء سے صدقۃ الفطر دیا جائے گا۔ گندم، کشمش، جو، کھجور کی مقدار کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بہت سارے صاحب حیثیت لوگ بھی صرف گندم ادا کر کے خوش ہو جاتے ہیں حالانکہ صدقۃ الفطر کا مقصد روزے کی حالت میں جو جھوٹ، لغویات ہم سے سرزد ہوئیں انکو صاف و پاک کرنا ہے تو جس قدر ہم نے لغویات کیں اسی قدر صدقۃ الفطر ادا کریں، تاکہ روزوں کی پاکیزگی کا ذریعہ بن سکے اور غرباء کی مالی اعانت ہو سکے لہٰذا کھجور، کشمش اور جو ۴ (چار) کلو کی قیمت فی آدمی کے حساب سے دی جائے اور اگر اتنی حیثیت نہ ہو تو پھر ۲ (دو) کلو گندم کی قیمت ہی دیدی جائے۔

---

(۱) صحیح بخاری۔

اشیاء	مقدار
گندم	آدھا صاع = دو کلو تقریباً
کشمش	ایک صاع = چار کلو تقریباً
جو	ایک صاع = چار کلو تقریباً
کھجور	ایک صاع = چار کلو تقریباً

ان مذکورہ ۴ اشیاء میں سے جو سہولت سے میسر ہو اس کی مذکورہ مقدار کی قیمت لگا کر صدقۃ الفطر ادا کر دیا جائے۔

اب اگر آدمی دل کھول کر کشمش یا کھجور سے صدقۃ الفطر ادا کرے گا تو فقراء و مساکین کی بھرپور مالی امداد ہوگی اور اگر حیثیت ہونے کے باوجود ہم نے صرف گندم ہی سے 80/70 روپے ادا کر دیئے تو شاید ضرورت مند ایک وقت کا کھانا بھی نہ کھا سکے۔

مسئلہ : صدقۃ الفطر کا مصرف بھی وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے یعنی ایسے آدمی کو صدقۃ الفطر کی رقم دینے سے ادا ہوگا جس کی ملکیت میں ضرورت سے زائد اتنا سامان نہ ہو جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کو پہنچ جائے۔

عیدالفطر کے احکامات

خوشی میں ہم شرعی حدود کے پابند ہیں

عیدالفطر کی خوشی روزوں کی عبادت مکمل ہونے کے نتیجے میں منائی جاتی ہے، اس لئے جس طرح شریعت نے روزوں کے احکام دیئے ہیں اسی طرح عید کے بھی احکامات دیئے ہیں۔ اس خوشی میں ہم آزاد نہیں کہ جو چاہیں وہ کریں، اور جس طرح چاہیں خوشی منائیں، بلکہ ہم شرعی حدود کے پابند ہیں، اگر ہم ان حدود سے تجاوز کر کے خوشی منائیں گے تو اللہ کے غضب و ناراضگی کے مستحق قرار پائیں گے، اور ہم شرعی حدود کی پابندی کریں گے تو یہ خوشی ہمارے لئے ایک عبادت کی حیثیت اختیار کرے گی۔

اس خوشی والے دن تو ہمیں اور زیادہ اللہ کی عبادت کرنی چاہئے اس لئے کہ اس نے ہمیں ایک عظیم عبادت کی توفیق بخشی اور ان روزوں کی تکمیل پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے اور ڈرتے بھی رہنا چاہئے کہ کہیں روزے رد نہ کر دیئے جائیں، رمضان میں جو بھی کوتاہیاں ہوئی ہیں ان پر ندامت اور توبہ کرنی چاہئے۔

عیدالفطر کی سنتیں

عید والے دن مندرجہ ذیل امور تقریباً سب ہی لوگ کرتے ہیں لیکن اگر ان میں سنت کی نیت کی جائے تو یہی کام باعث اجر وثواب بن جائیں گے۔

(۱) شریعت کے موافق اپنی آرائش کرنا۔

(۲) غسل کرنا۔

(۳) مسواک کرنا۔

(۴) حسبِ طاقت عمدہ کپڑے پہننا۔

(۵) خوشبو لگانا۔

(۶) صبح کو جلد اٹھنا۔

(۷) نماز عید کے لئے بہت جلد آنا۔

(۸) عید کی نماز میں جانے سے پہلے کسی میٹھی چیز کا کھانا مثلاً کھجور وغیرہ۔ (۱)

آپ ﷺ عید الفطر میں نماز سے پہلے کچھ کھا کر ہی جاتے تھے اور عید الاضحٰی میں کچھ نہ کھاتے یہاں تک کے نماز سے فارغ ہو جائیں۔ (۲)

(۹) عید کی نماز عید گاہ میں پڑھنا۔

(۱۰) ایک راستے سے عید گاہ میں جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔ (۳)

(۱۱) سواری کے بغیر پیدل عید گاہ میں جانا یہ کلمات کہتے ہوئے جانا۔

"اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر، اللہ اکبر و للہ الحمد" (۴)

(۱۲) آپ ﷺ عید والے دن صدقہ کی ترغیب دیتے تھے۔ (۵)

مسئلہ : عید کی نماز سے قبل اشراق کے نفل نہیں پڑھے جائیں گے، اور عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں نہ پڑھیں جائیں، اگرچہ گھر آکر پڑھنا درست ہے۔ (۶)

(۱۳) شب عید کو جاگ کر ذکر و تلاوت، درود شریف میں گزارنا مستحب ہے۔ (۷)

---

(۱) بخاری۔ (۲) مشکوٰۃ و ترمذی۔ (۳) بخاری۔ (۵) مسلم۔ (۶) بخاری و مسلم۔
(۴) عالمگیریہ ص ۱۴۹ ج ۱ البحر الرائق ص ۱۵۸ ج ۲۔ (۷) الترغیب والترھیب، رد المختار ص ۱۶۹ ج ۲۔

نمازِ عید کا طریقہ

پہلے یوں نیت کرے: ''دو رکعت واجب نماز عید چھ واجب تکبیرات کے ساتھ پڑھنے لگا ہوں''، عید کی نماز کا طریقہ عام نماز کی طرح ہی ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء ''سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ'' پڑھ کر تین بار ''اللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے، اور ہر بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ''اللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہتا ہوا لٹکا دے، البتہ تیسری بار نہ لٹکائے، بلکہ باندھ لے اور امام کو چاہئے ہر دفعہ ''اللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہنے کے بعد کم از کم اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر تین بار سبحان اللہ کہنے میں لگتی ہے، پہلی رکعت میں تین بار ''اللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہنے کے بعد ''تعوذ'' اور ''تسمیہ'' پڑھ کر حسب قاعدہ قرأت کرے دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے اسی طرح تین بار ''اللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے جیسے پہلی رکعت میں کہا تھا، تین دفعہ کے بعد چوتھی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔

نمازِ عید میں تاخیر سے آنے والے کیلئے شرکت کا طریقہ

نماز عید کے درمیان میں امام کے ساتھ شریک ہونے کی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت میں طریقہ الگ ہے۔

پہلی صورت

یہ ہے کہ پہلی رکعت میں اس وقت ملا، جبکہ امام تکبیرات کہہ چکا تھا، لیکن ابھی رکوع میں نہیں گیا تھا تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تین تکبیرات کہہ لے اگرچہ امام قرأت کررہا ہو۔

دوسری صورت

یہ ہے کہ پہلی رکعت میں اس وقت پہنچا، جبکہ امام رکوع میں تھا تو اگر غالب گمان ہو کہ میں تین تکبیرات کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جاؤں گا تو نیت باندھ کر کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیرات کہہ کر رکوع میں جائے اور اگر خطرہ ہو کہ کھڑا ہو کر تکبیرات کہنے لگ گیا تو امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو ایسی صورت میں رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں ہی بغیر ہاتھ اٹھائے یعنی ہاتھوں کو گھٹنوں پر ہی رہنے دے اور تین بار اللہ اکبر کہہ دے پھر اگر موقع ہے تو رکوع کی تسبیح بھی کہہ دے اور اگر رکوع کی تسبیح نہ کہہ پایا تو کوئی مضائقہ نہیں۔

تیسری صورت

یہ ہے کہ پہلی رکعت میں اس وقت ملا، جبکہ امام رکوع سے سر اُٹھا چکا تھا تو اس کی پہلی رکعت رہ گئی، بعد میں پڑھنی ہوگی، اس لئے اب پہلی رکعت کی تکبیرات کہنے کی ضرورت نہیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب پہلی رکعت پوری کرے گا تو اس میں تکبیرات کہی جائیں گی اس کا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر ثنا، تعوذ و تسمیہ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور کوئی سی بھی سورۃ ملائے اس کے بعد تین تکبیرات کہے اور ہر بار ہاتھ کانوں تک اٹھا کر پھر چوتھی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور باقی رکعت عام نمازوں کی طرح پوری کرے۔

چوتھی صورت

یہ ہے کہ دوسری رکعت میں امام کے تکبیرات کہنے کے بعد پہنچا تو ویسے ہی کرے، جیسے

پہلی رکعت کے بارے میں لکھا گیا یعنی کھڑے ہوکر تکبیرات کہہ کر رکوع میں مل سکتا ہو تو کھڑا ہو کر کہے، ورنہ رکوع میں کہے، اس کی دوسری رکعت تو ہوگئی، پہلی رکعت تیسری صورت میں لکھے گئے طریقے کے مطابق امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھے۔

پانچویں صورت

یہ ہے کہ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد پہنچا تو امام کے ساتھ یہ رکعت پوری کر کے امام کے سلام کے بعد دونوں رکعتیں پڑھے ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو نماز عید کا طریقہ ہے یعنی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیرات کہے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہے۔

ماہ شوّال کے چھ روزوں کی فضیلت

"عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ "(۱)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد شوّال کے مہینے میں چھ نفلی روزے رکھے تو گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے۔

"عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاَتْبَعَہٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ"(۲)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے اور اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد پاک تھا۔

36 روزے سال کا ثواب

رمضان اگر انتیس دن کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تیس روزوں کا ثواب دیتے ہیں اور شوال کے چھ روزے شامل کرنے کے بعد روزوں کی تعداد 36 ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون: "الحسنة بعشر امثالها" "ایک نیکی کا ثواب دس گنا" کے مطابق 36 روزوں کا ثواب دس گنا کے حساب سے 360 روزوں کے برابر ہوجاتا ہے اور پورے سال کے

---

(۱) مسلم، ابوداؤد، ترمذی۔

(۲) طبرانی، الترغیب والترہیب۔

دن 360 سے کم ہی ہوتے ہیں لہٰذا جس نے پورے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں چھ نفلی روزے رکھے وہ اس حساب سے 360 روزوں کے ثواب کا مستحق ہوگا پس اجروثواب کے لحاظ سے یہ ایسا ہی ہوا جیسے کوئی بندہ سال کے 360 دن مسلسل روزے رکھے۔

مسئلہ : یہ شوال کے چھ روزے شوال کے مہینے میں کسی بھی دن رکھے جا سکتے ہیں لگاتار رکھنا کوئی ضروری نہیں اور نہ ہی عید کے دوسرے دن سے شروع کرنا ضروری ہے بلکہ پورے مہینے میں کسی بھی دن رکھے جا سکتے ہیں۔

مسئلہ : اگر شوال کا روزہ رکھ کر کسی نے توڑ دیا تو صرف قضاء لازم آئے گی اس کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مکتبہ فکرِ آخرت

جامع مسجد رفاہ عام ملیر ہالٹ کراچی

www.fikreakhirat.org

جامع مسجد رفاہِ عام